۱۵۶

قل الروح من امر ربی

الحمدللہ کہ کتاب لاجواب در بیان روح و دیگر مسائل مشکلہ

الموسوم بہ

حقیقت روح انسانی

ترجمہ

حل مسائل عامہ مصنفہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

معہ حواشی جدیدہ

مصنفہ

جامع العلوم جناب فخر پنجاب مفتی شاہ دین صاحب دام فیضہ

حسب الارشاد تاجر زبدۂ زمانہ صاحب الفیض والعطا خواجہ احمد شاہ صاحب رئیس اعظم لودیانہ

در سنہ ۱۳۱۰ ہجری

انجمن رحمی پریس لودیانہ حلیۂ طبع پوشید

بلا محصول

فہرست مضامین

صفحہ	مطالب کتاب
۲	دیباچہ
۴	بیان تسویہ
۵	بیان نفخ روح
۷	بیان فیض
۸	بیان حقیقت روح
۱۱	جزء لایتجزی کے بطلان کی دلیل
۱۲	جسم کے ساتھ روح کے تعلق کا بیان و دیگر مسائل متعلقہ روح
۱۸	بیان نسبت روح
۱۹	بیان عالم امر و عالم خلق
۲۱	بدنوں کے ساتھ ارواح کے پیدا ہونے کا بیان
۲۴	بدنوں سے الگ ہونیکے بعد ارواح کا حال اور انکے اختلاف کا سبب
۲۶	بیان معنی صورت
۳۶	لوح و قلم کا بیان
۳۷	بیان قیامت خاصہ و مطلقہ

صفحہ	مطالب کتاب
۳۹	قبر اور قیامت میں دوبارہ روح کا تعلق
۴۱	بیان میزان
۴۲	بیان حساب
۴۳	بیان شفاعت
۴۶	بیان پلصراط
۴۹	خدا تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور اسکے رسولوں اور قیامت پر ایمان لانیکی دلیل
۵۳	جنت میں لذات جسمانیہ کے ہونیکا بیان
۵۹	قبر اور جہنم میں جسمانی عذاب کا بیان
۶۲	تناسخ کا ذکر
۶۵	اعمال صالح اور گناہوں کے انتقال کا بیان
۶۹	خدا تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں دیدار کا بیان
۷۲	مثل و مثال میں فرق
۷۴	خدا تعالیٰ کیلئے مثل نہیں مثالیں ہیں
۷۹	تذکرہ رئیس العلما حجۃ الاسلام امام محمد غزالی صاحب
۸۰	تذکرہ جامع العلوم جناب مفتی شاہ دین صاحب سلمہ

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمرِ رَبِّی

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب دربیان روح و دیگر مسایل مشکلہ

الموسوم بہ

حقیقتِ روحِ انسانی

ترجمہ

حلّ مسایل غامضہ مصنّفہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

معہ حواشی جدیدہ

مصنّفہ

جناب فخر پنجاب مفتی شاہ دین صاحب دام فیضہ

حسب الارشاد زبدۃ تاجران صاحب الجود و الکرم خواجہ احمد شاہ صاحب رئیس اعظم

در انڈین آرمی پریس لودیانہ بکمال صفائی حلیہ طبع پوشید

سنہ ۱۳۱۰ ہجری

٢٠٧٧٥٥
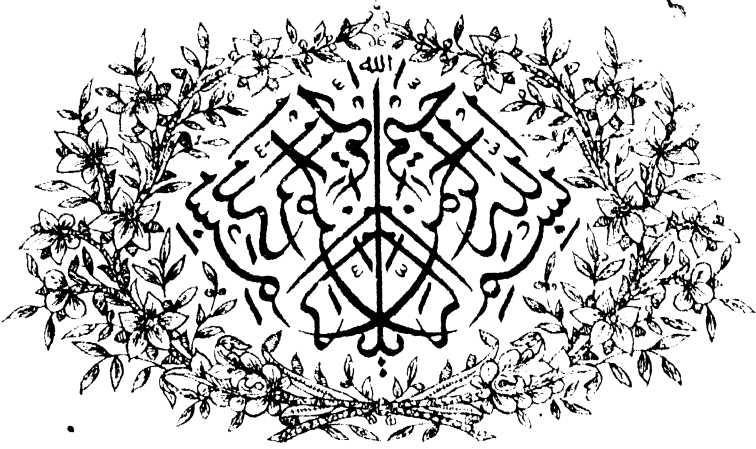
سب تعریف اللہ کو ہی کہ عقل † کا بخشنیوالا اور حواس اور خیال سے جو اشیا غائب اور لطیف ہیں اُنکے ادراک کا ہمارے لئے رستہ بتانیوالا اور اِس دل کے وسیلہ سے جو عالمِ ملکوت میں جولان کرتا ہی علوم غامضہ اور مشکلہ کے استنباط کا طریقہ بتانیوالا ہی اور ہم اُس سے عقل اور قلب کے نور کی زیادتی اور نفس ‡ امّارہ کے اُکھیڑنے پر مدد مانگتے ہیں اور یہہ بھی مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مخلصوں اور موحدوں کے گروہ سے کرے اور اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور محبّت کی برکت سے امورات دنیاوی کی طرف میلان کرنے سے محفوظ رکھے کہ وہی حافظ

† عقل کا لفظ مشترک ہی حقایق امور کے جاننے یعنی صفت علمی کو جس کا محل قلب ہی عقل کہتے ہیں اور لطیفہ ربّانی یعنی روح انسانی پر بھی عقل کا اطلاق کرتے ہیں ایسا ہی قلب بھی مشترک لفظ ہی قلب جسمانی کو بھی قلب کہتے ہیں جو ایک گوشت کا ٹکڑا اگاؤدم سینے کی بائیں جانب منبع قوت جسمانی یعنی روح حیوانی کا ہی اور لطیفہ ربّانی یعنی نفس ناطقہ پر بھی قلب کا اطلاق آتا ہی جسکو قلب جسمانی سے تعلق ہی ۔١٢ مفتی شاہ دین سلمہ +

‡ نفس امّارہ روح یعنی نفس ناطقہ ہی کو کہتے ہیں لیکن خاص اِس حالت میں کہ جب متصف باخلاق

اور مددگار رہی - اما بعد مسکین مفتی شاہ دین ابن حضرت شیخ محکم الدین صاحب چک مغلانوی پرگنہ نکودر ضلع جالندھر عفی اللہ تعالیٰ عنہما وعن اقاربہما وسائر المسلمین حضرات سالکین طریقت کی خدمت میں عرض پرداز ہی کہ اتفاقاً ایک رسالہ موسوم بحل مسایل غامضہ مصنّفہ حضرت رئیس العلماء حجۃ الاسلام محمدؐ ابو حامد امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان روح و دیگر مسایل مشکلہ میں اس ناکارہ خلایق کے ہاتھہ لگا جب وہ دیکھا گیا تو ایسے مسائل اُس میں نظر آئے کہ کسی عالم نے وہ بیان نہیں فرمائے اور نہ کسی فاضل کی زیر قلم آئے - چونکہ وہ رسالہ عربی زبان میں تھا اور عام لوگوں کا فہم اُسکے سمجھنے سے قاصر اِسلیئے بنظر افادہ عام اس عاجز نے اُسکو اُردو زبان میں ترجمہ کیا اور اکثر حواشی جدیدہ سے اُسکے مضامین کی توضیح بھی کردی اور بعد تتبع کتب احادیث کے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا اور نام اِسکا **حقیقت روح انسانی** رکھا اب اُمید حضرات ناظرین سے یہہ ہی کہ جب اس رسالہ سے فائدہ اُٹھائیں اس مسکین کو دعاءِ خاتمہ بالخیر سے یاد فرمائیں سے سبھی بزرگوں کی خدمت میں عرض ہی کامل - دُعائے خیر

حاشیہ: ذمیمہ اور شہوات کے تابع ہوجائے اور جسوقت نفس ناطقہ کو معارضہ شہوات سے اضطراب زائل اور حکم الٰہی کے ماتحت حصول اطمینان ہو نفس مطمئنہ کہتے ہیں اور جب اضطراب اِسکا بالکل زائل نہو لیکن نفس شہوانیہ یعنی نفس امّارہ کے مدافع ہو نفس لوامہ بولتے ہیں غرضیکہ روح ہی کو بلحاظ حالات مذکورہ نفس مطمئنہ اور لوامہ اور امّارہ کہا کرتے ہیں ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

عاجز کو یاد و ثنا و کریں + من اللہ التوفیق و علیہ التوکل - فرمایا امام محمد غزالی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہ سائلوں نے مجھ سے چند سوال جو اہلوں کے لائق اور
نااہلوں سے بچائے گئے تھے دریافت کئے جب میں نے ان میں ہدایت کے
آثار اور سمجھ کی علامات دیکھیں تو انکی التماس کو قبول کیا اور اللہ تعالی سے
توفیق مانگی کہ وہ بندوں کا جمع کرنے والا اور نیک طریقہ کا ہدایت کرنے والا
اور بندوں پر مہربان ہے - آیت فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ
فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ کے معنی مجھ سے دریافت کئے گئے اول دریافت کیا
کہ تسویہ کے کیا معنی ہیں میں نے کہا محل جو روح کے قابل ہو اس میں تاثیر
کرنے کو تسویہ کہتے ہیں وہ محل صفائی اور اعتدال کے ساتھ آدم کی حق میں
مٹی اور اس کی اولاد کے حق میں نطفہ ہے کیونکہ محض خشک چیز آگ کو قبول
نہیں کرتی جیسا کہ مٹی اور پتھر اور نہ محض رطب یعنی تر چیز آگ کو قبول
کرے جیسا پانی بلکہ آگ تو مرکب کے ساتھ متعلق ہوتی ہے نہ ہر مرکب سے
جیسا کہ کیچڑ اس میں آگ شعلہ نہیں پکڑتی بلکہ اس کو ترکیب خاص چاہیے اور
وہ خاص ترکیب یہہ ہے کہ کثیف مٹی کو پیدائش کے کئی طوروں میں بدلا جاوے
یہاں تک کہ وہ مٹی لطیف روئیدگی یعنی انگوری بنجاوے تب اس میں آگ
شعلہ پکڑے ایسا ہی اللہ تعالی مٹی کو ایک کے پیچھے کئی طوروں میں بدلتا ہے
یہاں تک کہ وہ روئیدگی بنتی ہے پھر اسکو آدمی کھاتا ہے پھر وہ خون بنتی ہے

پھر قوت مغیرہ مرکبہ کہ ہر حیوان میں رکھی گئی ہی اُس خون میں سے خالص خون
کو جو اعتدال سے بہت قریب ہوتا ہی چھانٹ لیتی ہی تب وہ خالص خون
نطفہ بنجاتا ہی اُسکو عورت کا رحم قبول کرتا ہی اُس میں جب منی عورت کی ملتی ہی
تو اعتدال زیادہ بڑھ جاتا ہی پھر عورت کا رحم یعنی بچہ دان اُسکو اپنی حرارت
سے پکاتا ہی تب اُس میں مناسبت زیادہ ہو جاتی ہی یہاں تک کہ صفائی اور
اعتدال میں باہمی نسبت اجزائی نہایت کو پہنچتی ہی پھر وہ روح کے قبول کرنے
اور اُس کے تھامنے کے قابل ہو جاتا ہی جیسا کہ روغن پی ہوئی بتی شعلہ کے
قبول کرنے اور اُسکے تھامنے کی مستعد ہوتی ہی اور نطفہ اعتدال اور صفائی
کے پورا ہونے کیوقت روح کے تھامنے اور اُس کی تدبیر اور تصرف کا
مستعد ہوتا ہی پھر اُس میں اللہ تعالیٰ جواد کی طرف سے فیضان روح کا ہوتا ہی
کہ وہ ہر مستحق کو بقدر استحقاق اور ہر مستعد کو بقدر لیاقت بغیر انکار اور بخل کے
فیض بخشنے والا ہی۔ پس تسویہ سے یہہ ہی انفعال مراد ہیں کہ اصل نطفہ کو کئی
طوروں میں بدل کر صفائی اور اعتدال کی خاص† صفت میں پہنچاتے ہیں۔
پھر اُن سائلوں نے نفخ کے معنی دریافت کئے میں نے کہا کہ نفخ سے روح‡ کی

† یہاں خاص صفت سے وہ صفت مراد ہی جس سے نطفہ فیضان روح کے قابل ہو جاتا ہی ۱۲

‡ روح کے لفظ کا اطلاق کئی معنوں پر آتا ہی۔ روح انسانی یعنی نفس ناطقہ۔ روح حیوانی۔ روح نفسانی۔ روح نباتی۔ قرآن شریف۔ وحی۔ فرشتہ عظیم الخلقت۔ حضرت عیسیٰ۔ جبرئیل وغیرہ یہاں معنی اوّل یعنی نفس ناطقہ مراد ہی اور اس رسالہ میں یہی مقصود بالبحث ہی ۱۲

نور کا نطفہ کی بتی میں روشن ہونا مراد ہی نفخ کے لئے صورت ہی اور ایک نتیجہ صورت
تو یہہ ہی کہ پھونکنے والے کے اندر سے اُس چیز کی طرف جس کو پھونک رہا ہی
ہوا کا نکلنا مثلاً تا جو لکڑی آگ کے قابل ہی جل اُٹھے نفخ جل اُٹھنے کا سبب ہے
اور یہہ نفخ یعنی پھونکنے کی صورت جو سبب ہی اللہ تعالیٰ کی ذات میں محال ہی
اور مسبب یعنی نتیجہ محال نہیں اور کبھی سبب سے مجازاً وہ فعل مراد ہوتا ہی جو سبب
سے حاصل ہوتا ہی اگرچہ وہ فعل جس کو دوسرے معنی میں استعمال کیا ہی اُنکی
صورت پر نہ ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ غضب اللہ علیہم اور قولہ تعالیٰ فانتقمنا
منہم صورت غضب کی غصّہ والے میں ایک قسم کا تغیر ہی جس سے ایذا حاصل
ہوتی ہی اِسکا نتیجہ مغضوب علیہ کو یعنی اُس چیز کو جس پر غصّہ کیا گیا ہی ایذا دینا
یا ہلاک کرنا ہی سو غضب سے نتیجہ غضب مراد ہی اور اِنتقام سے نتیجہ اِنتقام ایسا
ہی یہاں نفخ سے نتیجہ نفخ مراد ہی اگرچہ نفخ یعنی پھونکنے کی صورت پر نہ ہو۔
پھر مجھہ سے سوال کیا کہ نطفہ کی بتی میں جو روح کا نور روشن ہوا ہی اِس کا سبب کیا
ہی میں نے کہا وہ ایک تو فاعل میں صفت ہی اور ایک قابل میں پس جو فاعل میں
صفت ہی اُس سے خدا کی بخشش مراد ہی جو منبع وجود ہی اُس سے ہر قابل کو
وجود عطا ہوتا ہی اِس صفت کو قدرت سے تعبیر کرتے ہیں اِسکی مثال ایسی ہی جیسا کہ

تنبیہ: روح اِنسانی یعنی نفس ناطقہ ہی کی بحث یہاں مقصود ہی کیونکہ یہی اِدراک کنندہ ہی اور اِسکی اصلاح سے قرب وجوار رب العالمین کا رُتبہ حاصل ہوتا ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

سُورج کی روشنی حجاب کے دور ہونے کے وقت اُن چیزوں پر جو روشنی کے قابل ہیں پڑتی ہی پس جو چیزیں روشنی کے قابل ہیں وہ رنگدار چیزیں ہیں ہوا نہیں ہی کہ جسکا کچھہ رنگ ہی نہیں - قابل کی صفت سے استوا اور اعتدال مراد ہی جو صفائی سے حاصل ہوتا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَوّیتُہٗ قابل کی صفت کی مثال لوہے کے صیقل جیسی ہی کہ جب آئینہ کو زنگار ڈھانپ لیتا ہی تو صورت کو قبول نہیں کرتا اگرچہ صورت اُسکے مقابل ہی ہو جب کہ صیقل گر نے اُسکو صیقل کر دیا تو جیسے اُس میں صفائی حاصل ہوتی ہی ویسی ہی صورت دکھائی دیتی ہی ایسا ہی جب نطفہ میں استوار اور اعتدال حاصل ہوجاتا ہی تو خالق کی طرف سے اُس میں روح پیدا ہو جاتی ہی اور خالق میں کچھہ تغیر نہیں ہوتا بلکہ روح اب پیدا ہوئی نہ کہ آگے کیونکہ محل کو اب اعتدال حاصل ہوا آگے نہیں تھا جیسا کہ آئینہ مقابل میں صورت والے کا عکس وہاں پڑتا ہی اور صورت والے میں کچھہ تغیر نہیں ہوتا اور صیقل کرنے سے پہلے جو یہہ عکس نہ تھا تو اس کا یہہ سبب نہیں کہ صورت کو آئینہ میں منقش ہونے کی استعداد نہ تھی بلکہ آئینہ ہی صاف نہ تھا کہ عکس قبول کرتا - پھر مجھہ سے پوچھا کہ فیض کیا چیز ہی میں نے کہا کہ فیض سے جیسا کہ فیضان پانی کا برتن سے ہاتھہ پر ہوتا ہی ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ پانی کا فیضان تو یہہ ہی کہ پانی کے اجزا برتن سے الگ ہو کر ہاتھہ کے ساتھہ متصل ہوئے بلکہ وہ فیضان نور آفتاب کے مشابہ ہے

جو دیوار پر پڑتا ہی بعضوں نے اس میں بھی غلطی کھائی ہی جو کہتے ہیں کہ سورج سے
شعاع الگ ہوکر دیوار پر پڑکر پھیل جاتی ہی سو یہہ اُنکی بھول ہی بلکہ سورج کے
نور سے دیوار پر ایسی شی پیدا ہوتی ہی کہ وہ نور کے ساتھہ نورانیت میں مشابہ
ہوتی ہی اگرچہ اُس سے ضعیف ہی ہو جیسا کہ صورت والیکا عکس جو آئینہ میں
پڑتا ہی اِسکے یہہ معنی نہیں ہیں کہ صورت والیکے اجزا اُس سے الگ ہوکر
آئینہ کے ساتھہ متصل ہوں بلکہ یہہ معنی ہیں کہ صورت والے کی صورت
سے ایک ایسی صورت جو اُسکے مشابہ ہوتی ہی آئینہ میں پیدا ہو جاتی ہی اصل
صورت میں نہ تو اتصال ہوتا ہی نہ انفصال محض سببیت ہی ایسا ہی جو چیزیں
وجود کے قابل ہیں بخشش الٰہی اُن میں انوار وجود کے پیدا ہونے کا سبب ہی
جس کو فیض کہتے ہیں۔ پھر سائلوں نے سوال کیا کہ آپ نے تسویہ اور نفخ
کا تو ذکر کیا اب روح† کی حقیقت بھی بیان فرمایئے کہ کیا ہی آیا اس کا بدن میں
حلول ہی جیسا کہ پانی کا برتن میں یا عرض کا جوہر میں یا یہہ جوہر بذاتِ خود

† روح کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں بعض مشایخ چنانچہ حضرت جنید بغدادی اور اُنکے
متبعین نے اِس میں کلام ہی نہیں کی اور یہہ کہا ہی کہ ہم موجود کے سوا اور زیادہ کچھہ تعبیر
نہیں کرتے کیونکہ اِس میں کلام کرنے کا حکم نہیں اِسلئے کہ علیہ السلام صلعم نے اِس میں
کلام نہیں کی۔ معترض اِس میں کہہ سکتا ہی کہ حضرت صلعم کے قل الروح من امر ربّی
کے سوا نہ بیان فرمانے سے یہہ نہیں لازم آتا کہ اِس میں کلام کرنی منع ہو یا اِسکی حقیقت
تمام اولیاء کرام پر نہ کھُلے یا صاحبان لیاقت اور فہم و فراست پر اِسکی حقیقت بیان نہ فرمائی
جائے اور آنحضرت صلعم نے قل الروح من امر ربّی کے سوا اور کچھہ جو بیان نہیں فرمایا

موجود ہی اگر یہہ جوہر ہی تو ذی مکان ہی یا لامکان اگر ذی مکان ہی تو اس کا مکان قلب ہی یا دماغ یا کوئی اور جگہ اگر لامکان ہی تو جوہر لامکان کس طرح ہوا میں نے کہا یہہ تو سوال روح کے بھید سے ہی جس کا رسول مقبول صلعم کو نااہل سے بیان کرنے کا اِذن نہیں ہوا اگر تو اہل میں سے ہی تو سُن کہ روح عرض نہیں ہی کہ بدن میں حلول کرے جیسا کہ سیاہی کا حلول سیاہ چیز میں اور علم کا عالم میں ہوتا ہی بلکہ وہ تو جوہر ہی کیونکہ اپنے آپ اور اپنے خالق کو پہچانتی ہی اور معقولات کا ادراک کرتی ہی اور عرض میں یہہ صفتیں نہیں ہوتیں اور وہ جسم بھی نہیں کیونکہ جسم تو تقسیم کو قبول کرتا ہی اور روح منقسم نہیں ہوتی اگر منقسم ہو تو چاہیئے کہ ایک جزو سے مثلاً زید کا اس کو علم حاصل ہو اور دوسری جزو سے اُس کا جہل جس سے لازم آتا ہی کہ روح ایک ہی حالت

تفصیل حاشیہ:

اسکی وجہ یہہ ہی کہ مشرکین کو اُسکی حقیقت کے سمجھنے کی اِستعداد نہ تھی اِسلیئے علیہ السلام نے ماہیت روح کی اُنپر بیان نہ فرمائی علاوہ بریں روح کا لفظ مشترک تھا جیسا کہ اوّل حاشیہ میں بیان ہوا اِسلیئے ہوسکتا ہی کہ اکابر قریش مکہ سی نصر بن حارث نے یہودیوں کے کہنے کے موافق روح کا جو سوال کیا اُسکی غرض یہہ ہو کہ آنحضرت کو عاجز کریں باین طور کہ جب حضرت علیہ السلام روح کے ایک معنی مثلاً حقیقت روح انسانی بیان فرماتے تو وہ کہتا کہ یہہ تو ہماری مراد نہیں پھر دوسرے معنی بیان فرماتے پھر بھی کہتا کہ یہہ ہماری مراد نہیں اِسلیئے آنحضرت صلعم کو ایسا جواب مجمل دینے اور قل الروح من امر ربّی کا حکم ہوا تاکہ وہ آگے سوال نہ کرنے پائے ۔بعض نے یوں لکھا ہی کہ تین سوالوں میں سے دو کا جواب دینا یعنی قصہ ذوالقرنین اور اصحاب کہف کا بیان فرمانا اور ایک کا جواب یعنی حقیقت روح کا بیان نہ کرنا یہی نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق نبوت کی علامت اُنہوں نے سمجھی تھی کیونکہ بیان قصہ

میں ایک شی کی عالم بھی ہوئی اور جاہل بھی اور ایک شی کا علم اور جہل ایک شخص میں
محال ہی دو شخصوں میں محال نہیں کیونکہ ضدوں کا تناقض محل واحد میں ہی ہوتا
ہی سپیدی اور سیاہی آنکھ کی ایک جزو میں تو متناقض ہیں دو جزوں میں
متناقض نہیں اِس سے معلوم ہوا کہ روح ایک چیز غیر منقسم ہی سب عقلاء کے
نزدیک جزء لایتجزی ہی یعنی ایک چیز ہی کہ تقسیم قبول نہیں کرتی کیونکہ اسکو
جزو بھی کہنا نہ چاہیئے اِسلیئے کہ جزو تو کُل کی نسبت ہوتا ہی یہاں تو کُل ہی
نہیں جزو کہاں ہوگا مگر اِس اعتبار سے جزء بول سکتے ہیں جس اعتبار سے
ایک کو دس کا جزء کہتے ہیں کیونکہ اگر تمام موجودات یا تمام اشیاء جن سے
اِنسان کا قوام ہی اعتبار کی جاویں از انجملہ ایک روح بھی ہوگی جب تم نے
یہہ سمجھ لیا کہ روح ایک غیر منقسم شی ہی اب دو حال سے خالی نہیں یا تو

تتمۂ حاشیہ

ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے سوا حقیقت روح کی اُنکی کتابوں میں مذکور نہ تھی اِس لیئے
آنحضرت صلعم نے بھی نضر بن حارث کے جواب میں حقیقت روح کی بیان نہ فرمائی علی اہل قیل
بہرحال آنحضرت صلعم کو اِسکے جواب میں صرف قل الروح من امر ربی کا ارشاد ہونا
اِس امر کو مستلزم نہیں کہ روح کی حقیقت صاحبان لیاقت پر بیان کرنی ممنوع ہو یا آنحضرت صلعم
کو حقیقت اِسکی معلوم نہ ہو یا تمام اولیائے کرام پر حقیقت اِسکی نہ کھلے کما لایخفی۔ اور اطبا
روح حیوانی کو ہی روح اِنسانی کہتے ہیں اور فرفوریوس کا قول ہی کہ روح اِنسانی بدن میں حلول
کیئے ہوئے ہی اور بعد حلول کرنے کے اُس سے متحد ہوگئی جیسا کہ نمک پانی میں بعد حلول
کرنے کے متحد ہو جاتا ہی اور افلوطرخس کا یہہ عقیدہ ہی کہ روح ایک ہوا ہی بدن میں سرایت
کیئے ہوئے اور اطبا جو کہتے ہیں کہ مدبر بدن کی حرارت غریزی ہی اُنکے قول کا منشا بھی
یہی معلوم ہوتا ہی۔ طالیس مطلی کا یہہ قول ہی کہ روح پانی کا نام ہی کیونکہ وہ منشا نشو و نما کا ہی

ذی مکان ہوگی یا لامکان اِسکا ذی مکان ہونا تو باطل ہی کیونکہ جو چیز
ذی مکان ہوتی ہی تقسیم قبول کرتی ہی اور جزء لایتجزی (یعنی ایسی جزو کہ
ذی مکان تو ہو اور تجزیہ و تقسیم قبول نہ کرے) دلایل عقلیہ اور ہندسیہ سے
باطل ہی اُن دلائل میں سے آسان دلیل یہہ ہی کہ اگر اِسکو دو چیزوں کے
درمیان رکھا جاے تو ضرور ہی کہ وہ دونوں چیزیں اطراف مخالف سے
اِسکو مس کرینگی جب اِسکی مخالف طرفین نکلیں تو ہوسکتا ہی کہ ایک طرف
سے ایک شئی کا علم ہو اور دوسری طرف سے اُس شئی کا جہل پس ایک ہی
حالت میں ایک شئی کی عالم اور جاہل ہوئی اور یہہ باطل ہی اور جزو لایتجزی
کیونکر باطل نہ ہو اگر ایک شئی بسیط اجزاء لایتجزی سے مسطح فرض کیجاے
تو اُسکی وہ طرف جس کو ہم دیکھہ رہے ہیں اُس طرف کے مخالف ہوگی

بقیہ حاشیہ:

ابکار الافکار میں ابناد قلیس کا یہہ قول ہی کہ روح جسم مرکب عناصر اربعہ سے ہی اور بدن میں
اِسکا حلول ہی جس کی دلیل اُسنے یہہ بیان کی ہی کہ ادراک مناسبت کا مقتضی ہی پس روح کا
موالید کو ادراک کرنا ترکیب کو چاہتا ہی اور شفا میں بیان کیا ہی کہ روح مرکب چھہ امور یعنی اربعہ
عناصر اور قوّت اور محبّت سے ہی بعض کا یہہ قول ہی کہ روح خون کا نام ہی کیونکہ باقی اخلاط
سے خون اشرف ہی اور اِنسان کی موت کے وقت معدوم ہو جاتا ہی اور بعض کا یہہ عقیدہ
ہی کہ روح عبارت اخلاط اربعہ سے ہی جو مجتمع اور کم و کیف میں معتدل ہیں بعض روح مزاج
کا نام رکھتے ہیں جو کیفیات عناصر سے پیدا ہوتی ہی بعض روح نفسانی یعنی قوّت دماغی
کو روح اِنسانی کہتے ہیں بعض روح حیوانی یعنی قلب جسمانی کی قوّت کا نام روح اِنسانی رکھتے
ہیں بعض روح نباتی یعنی قوّت جگر کو ہی روح اِنسانی سمجھے ہوئے ہیں بعض نے اِن تینوں
قوتوں کے مجموعہ کا نام روح اِنسانی رکھا ہی جمہور متکلمین کا یہہ مذہب ہی کہ روح اِنسانی جسم

جس کو ہم نہیں دیکھتے کیونکہ ایک شی ایک ہی حالت میں دکھائی دے اور نہ دکھائی
دے نہیں ہوتی اور جب سورج اُسکی ایک طرف کے مقابل ہوگا تو وہی طرف
روشن ہوگی دوسری طرف نہیں ہوگی پس جب اِسکے لیئے دو طرفیں نکلیں
تو جزلایتجزی نہ رہی - پھر مجھہ سے پوچھا کہ اس جوہر کی کیا حقیقت ہی اور اس کا
بدن کے ساتھہ کس طرح پر تعلق ہی آیا وہ بدن میں داخل ہی یا خارج متصل ہی یا منفصل
میں نے کہا روح نہ تو بدن میں داخل ہی نہ خارج نہ بدن کے ساتھہ متصل ہی نہ منفصل
کیونکہ یہہ صفتیں جسم میں ہوتی ہیں اور روح جسم نہیں پس دونوں ضدوں سے
الگ ہوئی جیسا کہ پتھر نہ تو عالم ہی نہ جاہل کیونکہ علم اور جہل کے لیئے حیات چاہیئے
جب حیات ہی نہیں علم اور جہل بھی نہیں - پھر مجھہ سے پوچھا کہ روح کسی جہت
میں ہی یا نہیں میں نے کہا روح محلوں میں حلول کرنے اور جسموں کے ساتھہ

لطیف ہی بدن میں سرایت کیئے ہوئے جیسا کہ گلاب کا پانی گلاب میں اور اُس کی جسمیت
پر بہت سے دلایل پیش کرتے ہیں اُن میں سے قولہ تعالیٰ اللّٰہ یتوفی الانفس حین
موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل
الاخری الی اجل مسمی و قولہ تعالیٰ ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت
والملئكة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسكم الیوم تجزون الایة و قولہ تعالیٰ
یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة کہ ان آیات میں نفس
کی وفات اور اُسکے بند رکھنے اور اخراج اور رجوع کی خبر ہی جو اوصاف جسم سے ہی
اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم ہی یا یوں کہیں روح موصوف ہی ان اوصاف سے
اور جو متصف ہو ان اوصاف سے وہ جسم ہی جس کا نتیجہ یہہ نکلا کہ روح بھی جسم ہی - اور
قاضی باقلانی اور نظام معتزلی کا یہہ عقیدہ ہی کہ روح جسم لطیف بدن میں سرایت کیئے ہوئے

متصل ہونے اور جہتوں کے ساتھہ مختص ہونے سے پاک ہی کیونکہ یہہ سب
باتیں اجسام اور اعراض کی صفتیں ہیں وہ جسم اور عرض نہیں وہ تو ان
عوارض سے پاک ہی۔ پھر مجھہ سے پوچھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کو حقیقت روح کے بتلانے اور اس بھید کے ظاہر کرنے کا کیوں اذن نہ ہوا
مین نے کہا کہ لوگوں کے فہم اسکو سمجھہ نہیں سکتے کیونکہ لوگ دو قسم پر ہیں ایک
عام اور ایک خاص جس میں عام ہونے کی صفتیں غالب ہیں وہ ان باتوں کو
اللہ جل شانہ ہی کے حق میں تصدیق نہیں کرتا روح انسانی کے حق میں کیا
تصدیق کریگا اسی لئے فرقہ کرامیہ اور حنابلہ ان باتوں کا منکر ہی سو جس میں
عامیت زیادہ ہوتی ہی وہ ان باتوں کو نہیں سمجھتا اور اللہ جل شانہ کو جسم
ٹھہراتا ہی کیونکہ کسی موجود کو سوائے ذی جسم اور مشاراً الیہ یعنی ذی اشارہ

حاشیہ

ہی تغیر اور تبدل کے قابل نہیں اور وقت قطع ہونے کسی عضو کے جزو روحانی منقطع نہیں
ہوتی بلکہ جزو متصل کیطرف جذب اور منقبض ہو جاتی ہی۔ اور بڑا فرقہ اشاعرہ کا یوں قایل
ہی کہ جسم مرکب ہی اجزا لایتجزی سے اور روح عبارت وجود ان اجزا لایتجزی سے ہی جنکو اجزاء
اصلی کہتے ہیں اور ابن راوندی کا قول ہی کہ روح جزو لایتجزی ہی قلب میں۔ اور بعض متکلمین کا
یہہ قول ہی کہ روح عرض ہی یعنی حیوۃ کا نام ہی جسکے سبب بدن حی ہی اور امام رازی بھی اسیکا
قایل ہی کہ روح عرض ہی عوارض بدن سے اور بعض کا یہہ قول ہی کہ روح خداوند کریم کے اجزا
میں سے ایک جزو ہی۔ اور بعض صوفیہ کا یہہ قول ہی کہ روح کوئی صفت جسم کی نہیں بلکہ ذات باری
کی صفت ہی کیونکہ خداوند کریم نے قل الروح من امر ربی فرمایا ہی اور امر کلام اسکی ہی
پس روح کلام الہی یعنی احیاء کا نام ہوا۔ بعض کا یہہ قول ہی کہ روح نسیم طیب باعث حیات ہی
جیسا کہ نفس ہوا گرم باعث حرکات و شہوات ہی لیکن ان تمام اقوال کا ضعف و بطلان تقدیر کہ

ہونیکے نہیں ادراک کرنا بعضوں نے اِن عاموں میں سے کچھہ ترقی کی جسم کی نفی کی
اور عوارض جسمیہ کی نفی نہ کر سکے اور جہت کو جو عوارض جسمیہ سے ہی باری تعالیٰ کے
لیئے ثابت کیا بعضوں نے اِن میں سے ترقی کی اُنہوں نے خدا تعالیٰ کو لاجہت
یعنی لامکان ثابت کیا وہ اشعریہ اور معتزلہ ہیں - پھر مجھہ سے پوچھا کہ ایسے لوگوں
کو جو کچھہ ترقی یاب ہوئے روح کے بھید کا بتلانا کیوں جائز نہیں ہی میں نے
کہا وہ لوگ اِس صفت کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے غیر میں مشترک ہونیکو محال
جانتے ہیں اگر تو اُن سے یہہ ذکر کرے تجھے کافر ٹھہرائیں اور تجھے یہہ کہینگے
کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کی خاص تھی وہ اپنے نفس کے لیئے ثابت کرتا ہی تو
تو اپنے نفس کی خدائی کا دعویٰ کرتا ہی - پھر اُس نے پوچھا کہ اُنہوں نے اِس
صفت کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے غیر میں مشترک ہونے کو کیوں محال جانا میں نے

متعلق حاشیہ

روح سے مراد اُنکی نفس ناطقہ یعنی روح اِنسانی ہو - ارباب فہم و فراست پر مخفی نہیں کیونکہ
بعض کا روح حیوانی کو جو بقول بعضے جسم اور بقول بعضے جسمانی قوت ہی جسکی اصلاح سے صرف
صحت بدن کی حاصل ہوتی ہی - روح اِنسانی کہنا یا بعض کا روح اِنسانی کا حلول بدن میں پانی
میں نمک کیطرح لینا جو خواص جسم سے ہی یا ہوا یا پانی ہی کا نام رکھنا جو ایک جسم غیر مدرک ہی
یا ایک جسم مرکب عناصر اربعہ سے لینا یا چھہ امور سے مرکب لینا یا خون کا نام جو جسم غیر مدرک ہی
روح اِنسانی رکھنا یا اخلاط اربعہ یا مزاج کا نام رکھنا جو ایک مرکب شئ ہی یا روح نفسانی نباتی
وغیرہ کو جو از قسم اعراض ہیں روح اِنسانی کہنا یا روح اِنسانی کو جسم لطیف بدن میں بے تغیر و تبدل
سرایت کیئے ہوئے لینا یا جسم مرکب اجزا لایتجزی سے لینا یا روح اِنسانی حیوٰۃ یعنی عرض
کا نام رکھنا یا قلب میں ایک جزء لایتجزی کا نام رکھنا یا یہہ کہنا کہ روح نسیم طیب ہی روح اِنسانی
کی حقیقت اور ماہیت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی بھلا جب کہ روح اِنسانی مدرک ہی اور اِدراک

کہا وہ لوگ جیسا کہ دو ذی مکان کا ایک مکان میں جمع ہونا محال
جانتے ہیں ویسا ہی دو شئ کا لامکان میں جمع ہونا محال سمجھتے ہیں
کیونکہ بسبب فرق نہ ہونے کے دو جسموں کا ایک مکان میں
جمع ہونا محال ہی ویسا ہی اگر لامکان میں دو چیزیں جمع ہوویں
ان میں بھی کچھہ فرق نہیں رہیگا اسلئے کہتے ہیں کہ دو سیاہیاں ایک محل
میں جمع نہیں ہوسکتیں اور دو ہم شکلوں کو باہم ایک دوسرے کی ضد سمجھتے
ہیں - پھر مجھہ سے کہا یہہ تو اشکال قوی ہی اسکا جواب کیا ہی - میں نے کہا کہ
اس بات میں انہوں نے غلطی کھائی جب کہ انہوں نے یہہ گمان کیا کہ اشیاء
میں فرق تین امروں کے ساتھہ ہوتا ہی ایک تو مکان کے ساتھہ جیسا دو
مکانوں میں دو جسم اور دوسرے زمانے کے ساتھہ جیسا کہ دو زمانوں میں

تتمۂ حاشیہ:

شان جوہر سے ہی تو عرض کیونکر ہوگی اور جب اسکے مرکب ہونے سے ایک ہی حالت میں اسکا
ایک شی کی عالم اور جاہل ہونا لازم آتا ہی جو محال ہی تو جسم کیونکر ہوگی یا عوارض جسمیت اُس کے
لئے کیونکر ثابت ہونگے - متکلمین نے جو دلائل روح کی جسمیت پر پیش کئے ہیں یعنی وفات او
اسماک اور اخراج اور رجوع - میں کہتا ہوں کہ ان اوصاف میں سے کوئی بھی صفت روح کے
جسمیت کی مقتضی نہیں کیونکہ وفات روح کے بدن سے رفع تعلق کا نام ہی نہ کہ روح کا معدوم کردینا
اسلئے کہ روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کا معدوم ہونا ہی باطل ہی جیسا عنقریب بادلیل اُسکا بیان
آئیگا ایسا ہی اسماک سے مراد روح کا تعلق بدن سے نہ ہونے دینا اور ارسال سے مراد بعد
اسماک کے اُسکا تعلق کردینا اور رجوع الی اللہ سے روح کا تصرف فی البدن سے باز رہنا اور
خدا کی طرف متوجہ ہونا مراد ہی اور اخراج عبارت ہی نفس ناطقہ کا تعلق بدن سے موقوف کردینے
سے پس قرآن شریف میں روح کے ان اوصاف کے بیان ہونے سے روح کی جسمیت کا ثابت

دو سیاہیاں ایک جوہر میں ہوں - تیسرے ماہیت اور حقیقت کے ساتھ جیسا کہ عوارض مختلف ایک محل میں مثلاً رنگ اور ذایقہ اور بو اور برودت اور رطوبت ایک جسم میں ہوں کیونکہ اُنکے لئے محل بھی ایک ہی اور زمانہ بھی ایک لیکن ایک دوسرے سے ماہیت میں مختلف ہیں پس فرق ذائقہ کا رنگت سے ماہیت کی جہت سے ہوگا نہ کہ مکان اور زمان کے ساتھہ اور فرق علم کا قدرت اور ارادہ سے اگرچہ سب ایک ہی شی میں ہوں جب کہ اُن میں مکان اور زمان کی جہت سے اختلاف نہیں ماہیت کے رو سے ہوتا ہی پس جب کہ ایک مکان میں عوارض مختلف ماہیت کا ہونا جایز ہوا تو اشیا مختلف ماہیت کا لامکان ہونا بطریق اولی جایز ہوا - پھر مجھہ سے پوچھا کہ یہاں تو اوّل سے بھی ایک اور اشکال بڑھکر ہی اور ایک اور دلیل اسکے محال ہونے پر ظاہر ہی وہ اشکال یہہ ہے

تتمہ حاشیہ:

کرنا یا یہ اعتبار سے ساقط ہی - علاوہ بریں ہم یہہ بھی توجیہہ بیان کر سکتے ہیں کہ وفات کے وقت روح حیوانی بدن سے نکالی جاتی ہی جسکے نکلنے سے نفس ناطقہ یعنی روح انسانی کا تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہی کیونکہ نفس ناطقہ کا تصرف بدن میں بواسطہ روح حیوانی کے ہی جو ایک بخار لطیف حرارت قلب جسمانی سے منضج پاکر بذریعہ شریانوں کے تمام اعضاء بدن میں پھیلتا ہی اور حیات تمام اعضا کو دیتا ہی - اِس بخار لطیف یعنی روح حیوانی کا باطن میں حرکت کرنا اور بدن میں ساری ہونا ایسا ہی جیسا ایک چراغ مثلاً اطراف گھر میں پھیرا جاوے اور اس سے گھر کے چار طرف روشنی پھیل جاوے گویا یہہ بخار لطیف بمنزلہ چراغ کے ہی اور حیات بمنزلہ روشنی کے اِس بخار لطیف کے ذریعہ سے نفس ناطقہ کا تعلق بدن کے ساتھہ تدبیر اور تصرف کا جو تھا وفات کیوقت جاتا رہا اور اُسکے اخراج اور ارسال اور امساک سے روح انسانی کے تعلق کا ہونا یا نہ ہونا وجود میں آیا پس مجازاً اِن اوصاف کو جو درحقیقت روح حیوانی کے

کہ اِس میں روح کو اللہ تعالیٰ سے تشبیہہ ہوئی اور روح میں اللہ تعالےٰ کی اخص
صفات کو ثابت کیا۔ میں نے کہا یہہ کہاں ہو سکتا ہی کیونکہ ہم اِنسان کو حی اور
عالم اور سمیع اور بصیر اور قادر اور مرید اور متکلّم کہتے ہیں اللہ تعالےٰ بھی ایسا
ہی ہی حالانکہ اِس میں تشبیہہ نہیں ہی کیونکہ یہہ صفتیں اللہ تعالیٰ کی اخص صفات
میں سے نہیں ہیں اِسی طرح حیّز اور مکان اور جہت سے پاک ہونا بھی اُس کے
اخص صفات میں سے نہیں ہی بلکہ اللہ تعالیٰ کے اخص صفات میں سے تو صفت
قیّومیّت کی ہی یعنی وہ بذات خود موجود ہی اور اُس کے ماسوا سب اُسی کے
سبب موجود ہیں بلکہ اشیاء کے لئے تو بذات خود عدم ہی وجود تو اُن کے
لئے عاریتاً غیر کی جہت سے ہی اللہ تعالیٰ کے لئے وجود صفت ذاتی ہی
عاریتاً نہیں ہی اور یہہ صفت یعنی قیّومیّت اللہ تعالیٰ کے غیر میں نہیں پائی جاتی۔

اوصاف ہیں روح انسانی کی صفت ڈالدیا گیا جیسا کہ کسی بادشاہ کا کسی مُلک پر تصرّف ہو
اور اُس بادشاہ کا نایب و لشکر اُس مُلک میں رہتا ہو کوئی غنیم بادشاہ کے نایب و لشکر کو
قتل کردے یا وہاں سے نکال دے تو اِس موقعہ پر ہم یوں کہا کرتے ہیں کہ فلاں بادشاہ
مارا گیا یا فلاں ملک سے نکالا گیا یا فلاں مُلک اُس سے چھین لیا گیا جس سے ہماری یہہ مراد
ہوتی ہی کہ اُس ملک میں اُسکو تدبیر اور تصرف کا اِختیار نہ رہا۔ اور اشاعرہ کے عقیدے اور
ابن راوندی کے قول کا بطلان معروضات سابقہ سے ظاہر ہی ہی کیونکہ روح کوئی جسم مرکب
اجزار لایتجزی سے یا خود جزء لایتجزی جزء و قلب جسمانی کی نہیں بلکہ وہ کسی محل میں سرایت
کرنے یا کسی عضو کے جزء پڑنے یا خود جسم ہونے سے پاک ہی علاوہ بریں جزء لایتجزی کا
بطلان دلایل ہندسیہ سے ثابت ہی اِسلئے کہ ۴۷ شکل مقالہ اوّل اقلیدس سے یہہ بات ثابت
ہی کہ مثلث قایم الزاویہ کے زاویہ قایمہ کے وتر کا مربع اِسکے دو ضلعوں کے مربع کے مساوی

حاشیہ : تمہید :

پھر مجھہ سے کہا آپ نے معنی تسویہ اور نفخ کے تو ذکر کیے نسبت کے معنی نہ بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں روح کو اپنی طرف نسبت کیا اور مِنْ رُوحِی کیوں فرمایا اگر نسبت کے یہہ معنی ہیں کہ وجود روح کا خدا سے ہی تو سب چیزوں کا وجود اللہ تعالیٰ ہی سے ہی حالانکہ بشر کی نسبت مٹّی کی طرف کی اور فرمایا اِنّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ یعنی میں بشر کو مٹّی سے پیدا کرنے والا ہوں - پھر فرمایا فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی اور اگر اسکے یہہ معنی ہیں کہ روح خدا تعالیٰ کی جزء ہی جس کا بدن پر فیضان کیا جیسا کہ سخی سائل پر مال کا فیضان کرتا ہی پھر کہتا ہی کہ افضت علیہ من مالی یعنی میں نے سائل پر اپنے مال کا فیضان کیا تو اس میں ذات اللہ تعالیٰ کے لئے اجزا ثابت ہوئیں حالانکہ پہلے آپ نے اسکو باطل کیا ہی

تتمۂ حاشیہ

ہوتا ہی پس جس صورت میں ہم نے ایک مثلث قایم الزاویہ جس کے دو ضلعے مساوی ہوں مثلاً ایک ایک ضلع دس (۱۰) دس (۱۰) جزء کا فرض کریں تو بحکم شکل مذکور وتر اُسکا دوسو (۲۰۰) کا جذر نکلنا چاہیئے اور یہہ تو ظاہر ہی ہی کہ دوسو (۲۰۰) کا جذر صحیح نہیں نکل سکتا مثلاً اگر چودہ (۱۴) کو وتر کہیں یہہ بھی درست نہیں کیونکہ یہہ تو ایک سو چھیانوے (۱۹۶) کا جذر ہی اور اگر پندرہ (۱۵) کہیں تو یہہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کا مربع دو سو پچیس (۲۲۵) ہیں پس دوسو (۲۰۰) کا جذر چودہ (۱۴) جزء یہہ کسر جزو کے نکلیگا جس سے اِس جزو لایتجزی مفروضہ کا تجزیہ اور انقسام ثابت ہوا - اگر کوئی یہہ کہے کہ متکلمین نے نفی جزء لایتجزی کے دلایل کی تضعیف اور اثبات جزء لایتجزی کا دلایل قویہ سے کیا ہی تاکہ اثبات ہیولی وصورت سے جو مؤدی قدم عالم اور نفی حشر اجساد کی طرف ہی نجات ہو جائے میں کہتا ہوں کہ اثبات جزء لایتجزی کے دلایل بھی چنداں قوی نہیں اسی لئے امام رازی نے اس میں توقف کیا

اور فرمایا ہی کہ افاضہ کے معنی جدا ہونے جزء کے نہیں ہیں پس اس کے
کیا معنی ہوئے میں نے کہا کہ اگر یہہ بات آفتاب بولے اور کہے اَفَضْتُ
عَلَى الْاَرْضِ مِنْ نُوْرِیْ یعنی میں نے زمین پر اپنے نور کا فیضان کیا تو یہہ
بات سچ ہوگی اور یہاں نسبت کے معنی یہہ ہونگے کہ جو روشنی زمین کو حاصل
ہی وہ کسی نہ کسی وجہ سے آفتاب کے نور کی جنس میں سے ہی اگرچہ بہ نسبت
اسکے بہت ہی ضعیف ہی اور یہہ تو نے معلوم کرلیا ہی کہ روح جہت اور مکان
سے پاک ہی اور تمام اشیاء کے علم اور اطلاع کی اُس کو قوت ہی اور یہہ
مناسبات شئ جسمانی میں نہیں ہوتیں (پس انہی مناسبات کی وجہ سے
خدا تعالیٰ نے روح کو اپنی طرف نسبت کیا اور من روحی فرمایا) پھر مجھسے
پوچھا کہ قل الروح من امر ربی کے کیا معنی ہوئے اور عالم امر اور عالم

تنقیح حاشیہ:

علاوہ بریں اثبات ہیولیٰ وصورت موّدی قدم عالم ونفی حشر اجساد کی طرف نہیں ہو سکتا
اسلئے کہ فلسفی ہیولیٰ کے قدیم بالذات ہونیکے تو قایل ہی نہیں البتہ قدیم بالزمان لیتے
ہیں اور ہر حادث زمانی کو مسبوق بالمادہ کہتے ہیں لیکن کوئی دلیل قوی اسپر اُنہوں
نے بیان نہیں کی چنانچہ ماہرین فن معقول پر یہہ امر پوشیدہ نہیں پس جب قدم ثابت
نہیں تو انکا اثبات موّدی قدم عالم ونفی حشر اجساد کی طرف کیونکر ہوگا اور اگر بالفرض
یہی تسلیم کیا جائے کہ ہیولیٰ وصورت کا اثبات موّدی قدم عالم ونفی حشر اجساد ہی اسلئے
جسم کا مرکب ہونا جواہر فردہ یا اجزاء مقداریہ سے لیا جائے تب بھی ہم کہتے ہیں کہ کونسی
ضرورت ہی کہ روح انسانی کو خواہ مخواہ مرکب اجزاء لایتجزی سے کہا جائے حالانکہ اس کا
مرکب ہونا ظاہر البطلان ہی اور جو کہتا ہی کہ روح خدا تعالیٰ کے اجزاء میں سے ایک جزو ہی
اُسکے قول کا بطلان ظاہر ہی ہی کیونکہ خدا تعالیٰ مرکب اجزا سے نہیں ہی کہ ایک جزء

خلق سے کیا مراد ہی میں نے کہا جس شئ کی مساحت اور اندازہ ہوسکے وہ
عالم اجسام اور عالم عوارض ہیں سے ہی اسکو عالم خلق سے کہتے ہیں اور یہاں
خلق کے معنی تقدیر اور اندازہ کے ہیں ایجاد اور پیدا کرنے کے نہیں
جیساکہ بولتے ہیں خلق الشئ ای قدرہ یعنی چیز کا اندازہ کیا اور شاعر نے
کہا ہی ع بعض القوم یخلق ثم یفری + اور جس چیز کا اندازہ اور مقدار
نہ ہو اُس کو امر ربّانی کہتے ہیں اور اُسکو امر ربّانی کہنا اُنہیں مناسبات مذکورہ
کی جہت سے ہی اور جو چیزیں اِس جنس سے ہیں خواہ ارواح بشری ہوں
یا ارواح ملائکہ اُنکو عالم امر سے کہتے ہیں پس عالم امر سے وہ موجودات مراد
ہیں جو حس اور خیال اور جہات اور مکان اور حیز سے خارج ہیں اور بسبب
نہ ہونے مقدار کے مساحت اور اندازہ میں داخل نہیں ہیں - پھر مجھ سے

یعنی روح اُس سے الگ ہو کر بدن انسان سے متعلق ہو گئی ہو تعالی عن ذالک علوا کبیرا
اور بعض صوفیہ کے اِس عقیدہ کا بطلان بھی کہ روح صفت جسم کی نہیں بلکہ ذات باری کی صفت
ہی ارباب عقل پر مخفی نہیں کیونکہ یہہ امر تو ممکن بلکہ واقع ہی کہ زید کو ایک چیز کا علم ہوتا ہی اور عمرو
کو اُسکا جہل پس اگر روح مدرک صفت ذات باری کی ہوتی تو نقص جہل کا صفت باری تعالے
میں لازم آتا وغیر ذالك من المفاسد علاوہ بریں خدا تعالی کا قل الروح من امر ربی
بلفظ من ارشاد کرنا صاف اِس امر پر دال ہی کہ روح عالم امر میں سے ہی یعنی اُس عالم میں
سے ہی جس کا اندازہ اور مقدار نہیں غرضیکہ روح انسانی جس کو امور اُخروی اور
حقایق عقلی کا ادراک اور جس کی اصلاح سے قرب رب العالمین حاصل ہوتا ہی اور جو مخاطب اور
معاتب ہی جسکو عقل و قلب یعنی لطیفہ ربانی اور نفس ناطقہ و حقیقت انسانی بھی کہتے ہیں جس کا
تزکیہ موجب فلاح ہی جیساکہ خدا تعالے فرماتا ہی ونفس وما سوّٰیھا فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا

پوچھا کہ اِس سے تو روح کے قدیم ہونے کا وہم پڑتا ہی میں نے کہا کہ
اِس بات کا ایک فرقہ کو وہم ہوا ہی وہ اُنکی جہالت ہی بلکہ روح کو غیر مخلوق
اِس اعتبار سے کہینگے کہ اُس کا مقدار نہیں کیونکہ وہ منقسم اور ذی اجزا
اور ذی مکان نہیں ہی اور اگر مخلوق معنی حادث لیں تو روح مخلوق ہی قدیم
نہیں ہی اِسکے حدوث کی دلیل طویل ہی اور اُسکے مقدّمات بہت ہیں۔
حق تو یہہ ہی کہ جب نطفہ میں روح کے قبول کرنے کی اِستعداد ہوئی تو
روح پیدا ہوئی جیسا کہ آئینہ میں صیقل کرنے کیوقت صورت پیدا ہوتی ہی
مختصر دلیل یوں ہی کہ ارواح بشری اگر بدنوں سے اوّل موجود ہوتیں یا تو
بہت ہوتیں یا ایک بدنوں سے اوّل اُنکی کثرت اور وحدت تو باطل ہی
بدنوں سے اوّل اُنکا وجود بھی باطل ہوا وحدت تو یوں باطل ہی کہ بدنوں

تتمۂ حاشیہ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا تو وہ روح حیوانی ہی کیونکہ روح حیوانی کو امور اُخروی اور
حقایق عقلی کا ادراک حاصِل نہیں ورنہ تمام حیوانوں کا دانندہ امور اُخروی وحقایق عقلی ہونا
لازم آئیگا جو صراحتاً باطل ہی اور نہ وہ قوت نفسانی یا نباتی یا کسی اور عرض کا نام ہی کیونکہ
عرض مدرک نہیں ہوتی اور روح اِنسانی مُدرِک ہی اور نہ وہ جزء لایتجزی یا کوئی مرکب چیز
اجزا سے ہی بلکہ وہ جوہر غیر منقسم بواسطہ روح حیوانی مدبّر بدن وحافظ ترکیب بدن ہی
مکان اور جہت سے پاک نہ بدن میں داخل نہ خارج نہ متصل نہ منفصل حکما مشائین اور اشراقین
کا یہی عقیدہ ہی اور اہل تحقیق مثلاً ابوزید دبوسی وامام راغب اور امام غزالی وغیرہ اہل سنت
وجماعت کا یہی قول ہی اور معمر معتزلی اور ایک فرقہ امامیہ اسیکا قائل ہی اور محققین
صوفیہ کرام کا یہی عقیدہ ہی اور کامل افراد صوفیہ کا مشاہدہ بھی اِسی کی طرف منتہی
ہوتا ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

سے متعلّق ہونے کے بعد یا تو اُنکی وحدت باقی رہیگی یا کثرت ہو جائیگی
وحدت کا باقی رہنا تو محال ہی کیونکہ ہمیں اِمکان اِس بات کا کہ زید ایک شئے
کو جانتا ہو اور عمرو نہ جانتا ہو صراحتًا معلوم ہی اگر جوہر اِدراک کرنے والا
یعنی روح اِن میں ایک ہوتی تو دو ضدوں کا جمع ہونا اُس میں محال ہوتا
جیساکہ زید میں محال ہی اور اِسی طرح بعد تعلّق کے بہت ہو جانا بھی باطل
ہی کیونکہ جس ایک کا مقدار نہ ہو اُسکا دو اور منقسم ہونا محال ہی اور مقدار والی
شئے کا دو ہو جانا اور منقسم ہونا محال نہیں جیساکہ جسم کہ ایک ہی جسم بسبب اِسکے
کہ مقدار رکھتا ہی منقسم ہوتا ہی اور اُسکے لئے اجزا نکلتے ہیں اور جس چیز کے
لئے اجزا اور مقدار نہیں وہ منقسم ہونے کو کس طرح قبول کریگی اور بدنوں
سے اول ارواح کی کثرت یوں باطل ہی کہ یا تو وہ ایک دوسرے کے ہم مثل
ہونگی یا مختلف ہم مثل اور مختلف ہونا تو محال ہی کثرت بھی محال ہوئی ہم مثل
ہونا یوں محال ہی کہ دو ہم مثلوں کا اصل مین وجود ہی محال ہی اِسی لئے ایک
جسم میں دو سیاہیوں کا اور ایک مکان میں دو جسموں کا پایا جانا محال
ہی کیونکہ دو ہونا تغایر کو چاہتا ہی اور یہاں تغایر ہی نہیں اور دو سیاہیوں
کا دو جسم میں پایا جانا ممکن ہی کیونکہ یہاں تغایر بسبب جسم کے ہو جائیگا۔
اِسلئے کہ ایک سیاہی ایک جسم کے ساتھہ خاص ہوگی دوسری دوسرے
کے ساتھہ ایسا ہی دو زمانوں میں دو سیاہیوں کا ایک ہی جسم میں پایا

جانا ممکن ہی کیونکہ زمانہ خاص میں جسم کے ساتھہ متصل ہونا ایک سیاہی کی صفت
ہوگی دوسری کی نہیں ہوگی سو مطلقاً دو ہم مثلونکا وجود ہی نہیں بلکہ اگر ہوگا
تو کسی کی نسبت کرکے ہوگا جیساکہ کہیں کہ زید اور عمرو دونوں انسانیت اور
جسمانیت میں ہم مثل ہیں دوات اور کوّے کی سیاہی دونوں سیاہ ہونیمیں
ہم مثل ہیں۔ بدنوں سے اوّل اُنکا مختلف ہونا یوں محال ہی کہ مختلف ہونا دو قسم
پر ہی ایک تو نوع اور ماہیّت کے اختلاف کی جہت سے ہوتا ہی جیساکہ پانی
اور آگ اور سیاہی اور سپیدی اور علم وجہل کا اختلاف ہی دوسری قسم کا
اختلاف عوارض کے ساتھہ ہوتا ہی جو ماہیت میں داخل نہیں ہوتے جیساکہ
پانی سرد اور گرم کا اختلاف ہی اب ارواح بشری میں بسبب ماہیّت کے
اختلاف ہونا تو محال ہی کیونکہ ارواحِ بشری† ایک ہی نوع ہیں اور ماہیّت اور حقیقت

† ارواح بشری کے ایک ہی نوع ہونے کی یہہ وجہ ہی کہ نفس ناطقہ یعنی جوہر مجرد بواسطۂ روح
حیوانی مدبر بدن مختص بنوع انسان ہی کما مر اور انسان تو نوع سافل یعنی تمام انواع سے
نیچے کی نوع ہی اور جو چیز نوع سافل کے ساتھہ مختص ہو ماہیت جنسی نہیں ہو سکتی ورنہ
نوع سافل کے ساتھہ امر مختص کا غیر مختص ہونا لازم آئیگا یہی وجہ ہی کہ ناطق کو حیوان ناطق
میں انسان کے لئے فصل قریب اور ممیز جمیع اغیار سے لیتے ہیں کیونکہ مراد ناطق سے مبدء
نطق یعنی نفس ناطقہ ہی جو مختص بانسان ہی پس اسکا جمیع اغیار سے ممیز اور ایک ہی نوع ہونا
اظہر من الشمس ہی یہی مذہب ارسطو اور ابو علی کا ہی بعض حکما اسکے خلاف پر ہیں اور ابو البرکات
اور امام رازی متکلمین میں سے روح کے ماہیت جنسی ہونیکے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کے
قول جسکو مسلم نے بروایت ابو ہریرہ بیان کیا ہی کہ الناس معادن کمعادن الفضة والذهب
خیارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا والارواح جنود مجندة

میں متفق ہیں عوارض کے ساتھ بھی اِختلاف محال ہی کیونکہ ایک ماہیت جب
جسموں کے ساتھ متعلق ہوا اور اُنکی طرف کسی طرح منسوب ہو تب عوارض
کے ساتھ مختلف ہوتی ہی اِسلئے کہ جسم کے اجزا میں اختلاف ضروری ہی
اگرچہ آسمان ہی کی نسبت اِختلاف قریب اور بعید ہونے کا ہو لیکن جب ایک
ماہیت جسموں کے ساتھ ابھی متعلق ہی نہ ہو اختلاف اِس کا محال ہوگا اِس
مسئلہ کی تحقیق زیادہ تقریر کی محتاج ہی لیکن اِسقدر بیان اِس تحقیق پر آگاہ
کرنے کے لئے ہی۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ روحوں کا حال بدنوں سے الگ
ہونے کے بعد کیا ہوگا حالانکہ اُنکو جسموں کے ساتھ تعلق نہیں پھر کیونکر
روحوں میں کثرت اور اِختلاف ہوا۔ میں نے کہا کہ روحوں نے بدنوں کے
ساتھ متعلق ہونے کی جہت سے مختلف صفتیں حاصل کی ہیں جیسا کہ علم اور

فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف کو اپنے مدعا کے
لئے دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا آخیر حدیث میں ارواح کو بصیغہ جمع لانا اور
اِسی طرح ابتداء حدیث میں ارواح کو معدن سونے اور چاندی کے ساتھ جو مختلف بالحقیقت
ہیں تشبیہہ دینا روح کے ماہیت جنسی ہونے کا مقتضی ہی۔ میں کہتا ہوں ارواح کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بصیغہ جمع لانا روح کے ماہیت جنسی ہونے کو مقتضی
نہیں کیونکہ جمع کے واسطے اِختلاف افراد کا تشخص اور صنف میں کفایت کرتا ہی یہہ
ضرور نہیں ہی کہ صیغہ جمع کا اپنے نیچے جنس وفصل سے مرکبہ انواع کو ہی مستلزم ہو جس سے مطلق روح
کا ماہیت جنسی ہونا ثابت ہو ایسا ہی سونے چاندی کی معدن کے ساتھ تشبیہہ اِس وجہ سے کہ معدنین
ظرف زر وسیم اور لوگ ظرف علوم ہیں صرف اِس امر میں ہی کہ جیسا زر وسیم کی معدنوں میں مختلف
اِستعدادیں ہیں مثلاً معدن زر عمدہ اِستعداد رکھتی ہی ایسی استعداد معدن سیم میں نہیں اِسی طرح لوگ مختلف

جہل صفائی اور کدورت خوش خلقی اور بد خلقی اِن مختلف صفتوں کی جہت سے مختلف ہی باقی رہیں جن سے اُن کی کثرت سمجھی جاتی ہی بدنوں سے تعلّق کے کے اوّل یہہ بات نہیں تھی کیونکہ ان کے مختلف ہونے کا کوئی سبب نہیں تھا۔ پھر مجھہ سے پوچھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول †خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور ایک روایت میں عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ

استعدادیں رکھتے ہیں بعض علی حسب مراتب معدنوں کے قابل فیضان الٰہی کے ہیں اور بعض نہیں اور حدیث میں زر وسیم کے ساتھہ جو ماہیت میں مختلف ہیں تشبیہہ نہیں دی گئی بلکہ زر وسیم کی معدنوں کے ساتھہ دی گئی ہی جو ماہیت میں متحد اور استعدادوں میں مختلف ہیں غرضیکہ اس تشبیہہ سے یہہ امر متحقق ہوتا ہی کہ لوگوں میں مختلف استعدادیں ہیں کوئی اِن میں فیضان الٰہی کے قابل ہی اور کوئی نہیں اور بعض شریف ہیں بعض نہیں مگر جاہلیت کے زمانہ میں جو شریف ہوں زمانہ اسلام میں شریف تب ہی گنے جاینگے جب کہ دین میں اُنکو سمجھہ حاصل ہو چنانچہ خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام اذا فقهوا کا جملہ اِس پر دال ہی۔ پس اس تشبیہہ سی روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کے جو ایک جوہر بسیط بواسطہ روح حیوانی مدبر بدن اور مدرک امور اُخروی و حقایق عقلی ہی ماہیت جنسی ہونے پر استدلال پکڑنا یا مطلق لفظ روح کا روح انسانی وغیرہ میں اشتراک لفظی نہ لینا بلکہ اشتراک معنوی جو بالکل درست متصور نہیں اس تشبیہہ سے ثابت کرکے اُس کی جنسیت کا قایل ہونا محض خیال باطل ہی کما لایخفی اور الارواح جنود مجندة الحدیث سی صاحب لمعات کا اجسام سے پیشتر ارواح کے موجود ہونے پر استدلال پکڑنا بھی ضعیف ہی کیونکہ الارواح جنود مجندة کی ساتھہ قبل الاجسام کی تو قید نہیں ایسا ہی ما تعارف مقید بقید قبل الاجسام نہیں اور بغیر اس قید کے بڑہانیکے معنی حدیث کے بن سکتے ہیں کما لایخفی پس ظاہر ہی کہ خواہ مخواہ اِس قید کو بڑہا کر ارواح کا قبل اجسام ہونا ثابت کرنا حالانکہ دلیل تحقیقی اُسکے خلاف پر قایم ہی کما مر ضعف سے خالی نہیں ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

+ خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ الحدیث کو بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ بیان کیا ہی یہاں صورت سے مراد صفت ہی پس معنی حدیث کے یہہ ہوئے کہ پیدا کیا اللّٰہ تعالیٰ نے

کے کیا معنی ہوئے ہیں نے کہا کہ صورت ایک اِسم مشترک ہی کبھی تو شکلوں کی ترتیب اور بعض شکلوں کو بعض سے ملانے یا اختلاف ترکیب پر بولتے ہیں یہہ قسم تو صورت محسوسہ ہی اور کبھی ترتیب معانی پر بھی بولتے ہیں جو محسوسہ نہیں اور معانی کے لئے بھی ترتیب اور ترکیب اور باہمی نسبت ہوتی ہی جیسا کہ بولتے ہیں کہ مسئلہ کی صورت ایسی ہی اور واقع کی صورت ایسی اور علم جسمانی کی صورت ایسی ہی اور علم عقلی کی صورت ایسی سو اِس حدیث نبوی میں صورت سے صورت معنوی مراد ہی اِس میں روح کے اُن مناسبات مذکورہ کی طرف اِشارہ ہی جن کا خدا کی ذات اور صفات اور افعال کیطرف رجوع اور مآل ہی کیونکہ روح کی حقیقت یہہ ہی کہ وہ بذات خود نہ تو عرض ہی نہ جوہر متحیز اور نہ جسم نہ اُس کا کسی جہت اور مکان میں حلول ہی اور نہ وہ بدن کے ساتھہ متصل ہی نہ منفصل نہ وہ عالم کے جسموں اور بدنوں میں داخل ہی نہ خارج سو یہہ سب کی سب ذات الٰہی کی صفات ہیں اور روح کی صفتیں یہہ ہیں کہ حی اور عالم اور قادر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم ہی اللہ تعالیٰ میں بھی ایسی ہی صفتیں ہیں اور روح کے افعال یہہ ہیں - کہ

تنبیہ حاشیہ: آدم کو اپنی صفت پر یعنی عالم متکلم بصیر اور اضافت تشریف کی بھی یہان ہو سکتی ہی جیسا بیت اللہ ناقتہ اللہ میں اور صاحب مجمع البحار وغیرہ کا ایک یہہ احتمال بیان کرنا کہ (صورتہ ای صورت آدم) علی صورت الرحمٰن کی روایت کے منافی ہی کما لایخفی لیکن بعضوں نے کہا ہی کہ خَلَقَ آدَمُ عَلیٰ صُورَتِ الرَّحمٰن کی روایت محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

اِبتدائے فعل اِنسان میں ارادہ ہوتا ہی جس کا اوّل اثر دِل پر ظاہر ہوتا ہی پھر روح حیوانی کے وسیلہ سے کہ وہ ایک بخار لطیف ہی دِل کے درمیان سرایت کر کے دماغ کو پہنچتا ہی پھر وہاں سے پٹھوں کی طرف جاتا ہی جو دماغ سے خارج ہیں پھر پٹھوں سے اوتار اور رباطات کی طرف جاتا ہی جو عضلات سے متعلق ہیں پھر اُس سے اوتار کھینچے جاتے ہیں تو اُس سے اُنگلیں حرکت کرتی ہیں اور اُنگلیوں سے مثلاً قلم کو حرکت ہوتی ہی اور قلم سے سیاہی کو تو سیاہی سے کاغذ پر جس صورت کے لکھنے کا اِرادہ کیا تھا وہ صورت ویسی ہی لکھی جاتی ہی جیسا کہ خزانہ خیال میں متصوّر تھی کیونکہ جب تک مکتوب کی صورت اوّل خیال میں متصوّر نہ ہو کاغذ پر اُس کا لکھنا ممکن نہیں اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے افعال اور اُس کے پیدا کرنے کی کیفیت میں غور کیا کہ نباتات اور حیوانات کو آسمان اور ستاروں کی حرکت کے ذریعہ سے پیدا کیا اور آسمان اور ستاروں کو فرشتوں سے حرکت دلائی تو جان لیگا کہ اِنسان کا تصرّف عالم اصغر یعنی بدن میں ایسا ہی جیسا خالق کا تصرف عالم اکبر میں اور معلوم کر لیگا کہ اِنسان کا دِل باعتبار اس کے تصرف کے بمنزلہ عرش کے ہی اور دماغ بمنزلہ کرسی کے اور حواس بمنزلہ ملائکہ کے جو بالطبع اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں یعنی جن کی جبلی عادت خدا کی اطاعت ہی اور امر کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور پٹھے اور اعضا اِنسان کے بمنزلہ آسمانوں کے ہیں اور

اس کی اُنگلیوں کی طاقت بمنزلہ طبیعت کے ہی جو جسموں میں گڑی ہوئی اور جمی ہوئی ہی اور سیاہی بمنزلہ عناصر کے ہی کہ جمع اور ترکیب و تفریق کے قبول کرنے کے لئے اصل ہیں اور اِنسان کے خیال کا خزانہ بمنزلہ لوح محفوظ کے ہی اب جو کوئی اِن مناسبات کی حقیقت پر مطلع ہوگا تو حدیث† نبوی مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ‡ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی جان لیگا پھر میں نے کہا کہ چیزیں مناسب مثالوں کے ساتھہ پہچانی جاتی ہیں اگر یہہ مناسبات مذکورہ نہ ہوتیں تو اِنسان اپنے نفس کی معرفت سے اپنے خالق کی معرفت کی طرف ترقی نہ کر سکتا اللہ تعالیٰ نے جو آدمی کو اِس عالمِ اکبر کا مختصر نسخہ بنایا

† حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کو ابن تیمیہ نے موضوع لکھا ہی سمعانی نے لکھا ہی کہ یہہ مرفوع معلوم نہیں ہوتی یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہی نووی نے لکھا ہی کہ اسکا ثبوت حضرت سے نہیں اور اِسکے معنی تو ثابت ہیں پس بعضوں نے یوں معنی بیان کئے ہیں کہ من عرف نفسہ بالجہل فقد عرف ربہ بالعلم ومن عرف نفسہ بالفناء فقد عرف ربہ بالبقاء ومن عرف نفسہ بالعجز والضعف فقد عرف ربہ بالقدرۃ والقوۃ اور کہا ہی کہ یہہ معنی مستنبط ہیں قولہ تعالیٰ وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرَاہِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ سے اور امام غزالی کے معنی مراد ہی ناظرین رسالہ پر ظاہر ہی ہیں ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

‡ نفس کا لفظ لغت عرب میں کئی معنوں میں مشترک ہی چنانچہ چشم اور ذات اور خون اور وجود کو بھی نفس کہتے ہیں جس پر اصابتہ نفس کا اطلاق اور قولہ تعالیٰ حتی تسلموا علیٰ انفسکم و قول فقہا ما لا نفس لہ سائلۃ معفو و قول قایل نفس الشئ فی اللغۃ وجودہ شاہد ہی۔ اور حیات اور سانس پر بھی نفس بولتے ہیں ایسا ہی نفس ناطقہ پر جو مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب ہی نفس کا اطلاق آتا ہی یہاں ظاہراً یہی مراد ہی جیسا کہ امام غزالی صاحب نے بیان کیا ہی نہ کہ چشم و خون وغیرہ ۱۲ ابو الحسن مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

چنانچہ وہ اپنے اسباب میں بمنزلہ خدا کے متصرف ہی اگر اس کو اِس طرح نہ بناتا تو جہان اور صفات الٰہی مثل تصرف اور ربوبیت اور فعل اور علم اور قدرت وغیرہ کو نہ پہچانتا اب نفس انہیں مناسبات سے اپنے خالق کی معرفت کا یقیناً آئینہ ہی۔ روح کا مسئلہ جو اوّل بیان ہوا اُس کی معرفت سے بھی اِس مسئلہ کا خوب اِنکشاف ہوتا ہی۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ اگر ارواح جسموں کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں تو اِن حدیثوں کے کیا معنی ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَلَقَ اللّٰہُ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَجْسَادِ بِاَلْفَیْ عَامٍ ؂ وَاَنَا اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقاً وَّاٰخِرُھُمْ بَعْثاً ؂ وَکُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ‡ میں نے کہا کہ اِن میں سے کوئی حدیث روح کے ازلی* اور قدیمی ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ روح کے مخلوق اور حادث ہونے پر یہہ دال ہیں البتہ ظاہر میں

---

† ابونعیم نے ابی ہریرہ سے دلایل میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اِس حدیث کو بیان کیا ہی مگر بایں الفاظ انی کنت اول النبیین فی الخلق واٰخرھم فی البعث ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہٗ

‡ کنت نبیا واٰدم بین الماء والطین کو عسقلانی نے قوی اور اِسپر زیادتی یعنی کنت نبیا فلا اٰدم ولا ماء ولا طین کو ضعیف لکھا ہی اور زرکشی نے لکھا ہی کہ اِس حدیث کا بایں الفاظ کچھ اصل ہی نہیں لیکن ترمذی میں ہی مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہٗ

* افلاطون اور بعض صوفیہ روحوں کے ازلی ابدی ہونے کے قایل ہیں لیکن اُنکا ازلی کہنا باطل ہی اِسلئے کہ بدنوں سے اوّل اُنکا وجود بطور کثرت باطل ہی کیونکہ مختلف ہونے کا کوئی سبب نہیں حالانکہ کثرت تغائیر اور اختلاف کو چاہتی ہی اور بطور وحدت بھی باطل ہی کیونکہ بعد وجود ابدان کے تمام اِنسانوں کی روح ایک ہونی یا ایک حقیقی کا کثیر ہو جانا صراحتاً باطل ہی پس جب بدنوں سے اوّل اُنکا وجود باطل ہوا تو ازلی نہ ہوئیں بلکہ حادث ہوئیں یہی مذہب اکثر صوفیہ اور متکلمین

یہہ حدیثیں جسم سے روح کے مقدم ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور ظاہر کا امر
آسان ہی کیونکہ اُس کی تاویل ہوسکتی ہی اور دلیل قاطع ظاہر کے سبب چھوڑی
نہیں جاتی بلکہ ظاہر کی تاویل کیجائیگی جیساکہ اللہ تعالیٰ کے حق میں آیات تشبیہی
کی تاویل کیجاتی ہی چنانچہ قولہ صلعم خَلَقَ اللهُ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَجْسَادِ بِاَلْفَیْ عَامٍ
کی یوں تاویل ہی کہ ارواح سے ارواح ملائکہ مراد ہی اور اجساد سے اجسام عالم
جیساکہ عرش کرسی آسمان ستارے آگ ہوا پانی مٹّی اور جبکہ آدمیوں کے
جسم سب کے سب زمین کے جسم کی نسبت چھوٹے ہیں اور زمین کا جسم
بہ نسبت آفتاب کے بہت چھوٹا ہی اور آفتاب ایسا چھوٹا ہی کہ اُس کو اپنے

بقیہ حاشیہ:

اور فقہا اور حکما اشراقین اور مشائین کا ہی کہ ارواح حادث ہیں اور ابدی۔ اِن کے ابدی
ہونے کی آسان دلیل یہہ ہی کہ روح انسانی بدن سے رفع تعلق کے بعد معدوم نہیں
ہوتی کیونکہ وہ لحوق عدم کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو شی لحوق عدم کے قابل نہ ہو لحوق
عدم اُس پر محال ہی اور لحوق عدم کی قابلیت نہ رکھنے کی یہہ وجہ ہی کہ اگر روح لحوق عدم
کے قابل ہو تو بروقت موجود ہونے کے موجود بالفعل معدوم بالقوہ ہوگی پس اِس
صورت میں مبدأ فعلیہ وجود اور ہوگا اور مبدأ عدم اور نہیں تو کل باقی ممکن الفساد اور
کل ممکن الفساد باقی ہوجائیگا جو صراحتًا باطل ہی۔ پس جب ہر دو مبدأ باہم مغایر نکلے
تو روح کی ترکیب لازم آئی اور روح کا مرکب ہونا تو باطل ہی ورنہ اُس کا ایک ہی حالت میں
ایک ہی شی کا عالم اور جاہل ہونا لازم آتا ہی کما مر پس اِس کا معدوم ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ
بطلان لازم مستلزم ہی بطلان ملزوم کو پس ثابت ہوا کہ ارواح بشری ابدی ہیں اور قول
علیہ السلام کا جس کو مصنف تفسیر عزیزی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہی کہ [ح۱] اِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ
لِلْاَبَدِ وَاِنَّکُمْ تَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ بھی اِسی کا موید ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

ح ۱۔ تحقیق تم پیدا کئے گئے ہو واسطے ہمیشگی کے (جزاین نیست) اِنتقال کرتے ہو ایک دار سے طرف ایک دار کی ۱۲

آسمان سے کچھہ نسبت ہی نہیں ایسا ہی اُس آسمان کو اپنے اوپر کے آسمان
سے اور اُس کو اپنے اوپر کے آسمان سے علیٰ ہذا القیاس کچھہ نسبت نہیں ہی
پھر اُن پر کرسی ہی جس میں سب آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں اور کرسی
بہ نسبت عرش کے چھوٹی ہی اگر اس میں تو سوچیگا تو آدمیوں کے اجسام کو
حقیر جانکر مطلق لفظ اجساد سے جو حدیث میں وارد ہی آدمیوں کے اجسام
نہیں سمجھیگا ایسا ہی حال ارواح بشری کا ارواح ملائکہ کی بہ نسبت ہی اگر
تجھہ پر ارواح ملائکہ کی معرفت کا دروازہ کھُلے تو دیکھہ لے کہ ارواح بشری
مثل ایک چراغ کی ہیں کہ نار عظیم سے فیضیاب ہوا اور نار عظیم ارواح ملائکہ
میں سے روح آخیر ہی اور ارواح ملائکہ باترتیب ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے
مرتبہ میں منفرد ہی ایسا کہ ایک مرتبہ میں دو روحیں ملکی جمع نہیں ہوتیں
بخلاف ارواح بشری کے کہ کثرت سے ہیں اور نوع اور مرتبہ میں باہم متحد
ہیں اور ملائکہ ہر ایک اُن کا نوع الگ الگ ہی† اِسی طرف اشارہ ہی اللہ تعالیٰ
کی کلام میں وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ - وَاِنَّا لَنَحْنُ
الْمُسَبِّحُوْنَ اور رسول مقبول صلعم کی کلام میں الراکع منہم لا یسجد و القائم لا
یرکع و انہ ما من احد الا و لہ مقام معلوم پس اب ارواح اور اجساد مطلقہ

† ملائکہ ہر ایک اُن کا نوع الگ الگ ہی ارواح ملائکہ بلا واسطہ روح حیوانی کے اپنے اپنے خاص
اجسام میں متصرف ہیں بخلاف روح انسانی کے کہ بواسطہ روح حیوانی کے مدبر بدن ہی جس سے
اُسکا ارواح ملائکہ سے امتیاز اور علیحدہ نوع ہونا ثابت ہوتا ہی ایسا ہی نباتات اور معدنیات او

سے جو حدیث نبوی میں ہی ارواح ملائکہ اور اجسام عالم ہی سمجھے جائینگے اور
قولہ صلعم انا اوّل الانبیاء خلقا واٰخرھم بعثا کی یہہ تاویل ہی کہ یہاں خلق کے
معنی تقدیر کے ہیں ایجاد کے نہیں کیونکہ حضرت اپنی والدہ سے پیدا ہونے
کے اوّل موجود اور مخلوق نہ تھے لیکن فوائد اور کمالات تقدیر میں سابق تھے۔
اور وجود میں لاحق یہہ قول کہ اوّل الفکر اٰخر العمل بولتے ہیں اِس نکے یہی معنی
ہیں اِس کا بیان یوں ہی کہ مہندس یعنی مستری گھر کا اندازہ کرنے والا پہلے
اپنے ذہن میں پورے گھر کی تصویر کا خیال باندھتا ہی سو پورا گھر مہندس
کے ذہن میں اندازہ کرنے کے رو سے تو سب سے پہلے اور وجود میں سب
سے آخر ہوتا ہی کیونکہ اوّل اینٹوں کا لگانا اور دیواروں کی بنا اور اُس کی
ترکیب یہہ سب ایک کمال کا وسیلہ ہی وہ گھر ہی جس کے واسطے اسباب کا

تتمہ حاشیہ:

دیگر حیوانات کی ارواح سے روح اِنسانی ماہیت میں مغایر ہی کیونکہ اِنسانی روح یعنی نفس ناطقہ
ہی کو ادراک حقائق عقلی کا ہی اور روح انسانی ہی کی اصلاح اور غیر اصلاح سے استحقاق ثواب اور
عقاب کا ثابت ہی اور اِسی کا تعلق بواسطہ روح حیوانی کے ہی کما مر اور یہہ باتیں دیگر ارواح میں
پائی نہیں جاتیں اور یہہ امر ظاہر ہی کہ اختلاف لوازم مستلزم اختلاف ملزومات کو ہوتا ہی پس
روح اِنسانی کے لوازم کے اِختلاف سے اِس کا دیگر اشیا کی ارواح سے ماہیت میں مغائر ہونا
اظہر من الشمس ہی اگر کوئی یہہ کہے کہ نباتات تو روح نباتی یعنی قوت نباتی کے سوا کوئی روح مدرک
نہیں رکھتے ایسا ہی پتھر وغیرہ بالکل ذی روح نہیں پس معدنیات وغیرہ کی کونسی ارواح
ہیں جن سے روح اِنسانی کا بسبب اِختلاف لوازم کے مغائر اور مختلف بالماہیتہ ہونیکے ثابت
کرنے کی ضرورت پڑی سو اِس کا جواب یہہ ہی کہ شریعت میں حد تواتر کو پہنچگیا ہی کہ درختوں اور
پتھروں وغیرہ نے نبیوں کے ساتھہ کلام اور اُن کے حکموں کی فرمانبرداری کی ہی جس سے

تقدم ہی جب کہ تو نے یہہ معلوم کرلیا پس جان لے کہ خلقت کے بنانے سے یہہ مقصود
ہی کہ وہ بارگاہ الہی سے قرب حاصل کرے سو یہہ قرب بدون سمجھائے نبیوں
کے نہیں ہوسکتا تھا اِسلیئے ایجاد سے مقصود نبوّت ٹھہری نبوّت کا اوّل مقصود
نہیں بلکہ نہایت اور کمال مقصود ہی نبوّت کا کمال بموجب عادت الہی بتدریج ہوتا
ہی جیساکہ گھر کی عمارت بتدریج کمال کو پہنچتی ہی نبوّت کی تمہید پہلے حضرت آدمؑ
سے ہوئی پھر بڑھتی رہی یہانتک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ کمال کو
پہنچ گئی سو نبوّت سے غایت اور کمال مقصود تھا اور پہلی تمہیدیں کمال نبوّت
کے لئے وسیلہ تھیں جیساکہ بنیاد کا رکھنا اور دیواروں کا بنانا گھر کے کمال کا
وسیلہ ہی رسول مقبول صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں یہی راز ہی کیونکہ کمال
پر زیادتی بھی ایک طرح کا نقصان ہی مثلاً پنجے کی کمال شکل یہہ ہی کہ ایک ہتھیلی

بقیہ حاشیہ:

صاف معلوم ہوتا ہی کہ وہ بھی روح اور شعور رکھتے ہیں چنانچہ آواز کرنا اور رونا ستون حنانہ کا
بسبب مفارقت آنحضرت صلعم کے اور بعد شفقت رسول مقبول صلعم کے اُس کا خاموش ہونا
ایسا ہی کوہ حرا کا جب کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت
علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضوان اللہ علیہم اُسپر تشریف رکھتے تھے بطور زلزلہ کے ہلنا
اور بعد فرمانے آنحضرت صلعم کے کہ ٹھہر ارہ اِسواسطے کہ تیری پشت پر اور کوئی نہیں مگر پیغمبر اور
صدیق اور کئی شہید اُسکا ٹھہر جانا اُس کے ذی روح اور ذی شعور ہونے پر صاف دال ہی اور
قولہ تعالیٰ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ اور قولہ تعالیٰ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا
يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ سے بھی صاف ظاہر ہی کہ ہر شی میں روح
ہی اب جب نباتات اور معدنیات وغیرہ میں بھی روح ثابت ہوئی اور ارواح ملکی کا بھی ثبوت
شرع میں وارد ہی اور اُنکی عبادت کا طرز بھی احادیث میں مذکور ہی چنانچہ طبرانی نے بروایت

اُس پر پانچ اُنگلیاں ہوں اب جیسا کہ چار اُنگلیوں کا ہونا ناقص ہی ویسا ہی
چھہ اُنگلیوں کا ہونا ناقص ہی کیونکہ چھٹی اُنگلی جو کفایت پر زاید ہی اگرچہ صورت
میں زیادتی ہی لیکن حقیقت میں نقص ہی حدیث نبوی میں اِسی کی طرف اشارہ
ہی جو حضرت فرماتے ہیں قولہ صلعم مَثَلُ النُّبُوَّةِ مَثَلُ دَارٍ مَعْمُوْرَةٍ لَمْ یَبْقَ
فِیْهَا اِلَّا مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَکُنْتُ اَنَا تِلْکَ اللَّبِنَةَ یہی الفاظ ہیں یا اُن الفاظ
کے یہہ معنی ہیں جب کہ تو نے یہہ معلوم کر لیا کہ حضرت کا خاتم النبیین ہونا
ضروری ہی جس کا خلاف متصوّر نہیں کیونکہ نبوّت حضرت ہی سے نہایت اور
کمال کو پہنچی اور شی کی غایت تقدیر میں اوّل اور وجود میں آخر ہوتی ہی پس
رسول مقبول صلعم تقدیر میں اوّل اور وجود خارجی میں آخر ہوئے اور قولہ
کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ سے بھی اِسی کی طرف اِشارہ ہی جو

بقیہ حاشیہ:

جابرؓ روایت کیا ہی کہ کوئی اُن میں سے رکوع کرنے والا ہی اور کوئی سجدہ کرنے والا اور کوئی کھڑا ہی
اور کوئی بیٹھا اِسی طرح بعض ملائکہ سے خدمات متعلقہ کی اکثر احادیث میں تصریح بھی آئی ہی پس
روح اِنسانی یعنی نفس ناطقہ کا بسبب اختلاف لوازم کے تغائیر نوعی اِن تمام ارواح سے ثابت
ہوگا کیونکہ درختوں اور پتھروں کے ساتھہ جو روحیں متعلّق ہیں وہ مانند ارواح ملائکہ کی بلاواسطہ
روح حیوانی کے اپنے اپنے خاص اجسام میں متصرف ہیں لیکن دُنیا میں تعلّق اُنکا دائمی طور
پر نہیں نفس قدسیہ کی قوّت سے اپنے اپنے اجسام سے جب کبھی اُنکا تعلّق ہو جاتا ہی اُسوقت
اِن اجسام سے افعال شعور اور اِرادہ کے صادر ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں اِسی سبب سے اُن کو غیر
ذی روح بولدیتے ہیں کیونکہ ہمیشہ اُن سے افعال شعور صادر نہیں ہوتے ہاں دار آخرت میں
تعلّق اِن ارواح کا اپنے اجسام کے ساتھہ دائمی طور پر ہوگا اِسی سبب سے وہ اجسام گواہی دینگے
چنانچہ شاخیں اور پھل بہشت کے بہشتیوں کی آواز کا جواب اور اُن کی اطاعت کرینگے بخلاف

ہم نے ذکر کیا اِسلئے کہ حضرت آدمؑ کی خلقت کے تمام ہونے سے اوّل ہی تقدیر میں نبی تھے کیونکہ اللہ تعالی نے آدم کو اِسی واسطے پیدا کیا ہی کہ اُسکی اولاد میں سے عمدہ شخص چھانٹ لے اور بتدریج یہاں تک چھانٹے کہ کمال صفائی کو پہنچکر محمد صلعم کی روح پاک اور مقدّس کو قبول کرے اور یہہ حقیقت نہیں سمجھی جاتی جب تک یہہ سمجھا جاوے کہ مثلاً گھر کے لئے دو وجود ہوتے ہیں ایک تو مستری کے ذہن اور دماغ میں اُسکا وجود ہوتا ہی ایسا کہ اُس کو وہ دیکھ ہی رہا ہی اور ایک وجود ذہن سے خارج یعنی ظاہر میں ہوتا ہی اور وجود ذہنی وجود خارجی ظاہری کے لئے سبب ہوتا ہی اور ضرور اوّل ہی ہوتا ہی ایسا ہی جان لے کہ اللہ تعالی پہلے اشیا کی تقدیر کرتا ہی پھر اُن اشیا کو اُس تقدیر کے موافق پیدا کرتا ہی اور تقدیر تو لوح محفوظ میں نقش ہوتی ہی جیسا کہ مہندس یعنی مستری کی تقدیر تختی یا کاغذ پر نقش ہوتی ہی سو گھر صورت کاملہ اِنتزاعی کے ساتھ کاغذ پر موجود ہوتا ہی وہ گھر کے وجود حقیقی کے لئے سبب ہوتا ہی اب جیسا کہ

روح اِنسانی یعنی نفس ناطقہ کے کہ دنیا میں بلا قوت نفس قدسیہ اُسکا تعلق دائمی طور پر ہی اور بواسطہ روح حیوانی وغیرہ کے بدن کے ساتھ تعلق ہونا اُسی کے لوازمات میں سے ہی اور اِختلاف لوازم صاف دلیل ملزومات کے اختلاف کی ہی غرضکہ ارواح ملائکہ وغیرہ جو بلا واسطہ روح حیوانی کے اپنے اپنے اجسام میں مدبر اور متصرف پڑتی ہیں وہ الگ انواع ہیں اور روح اِنسانی یعنی جوہر مدرک مجرد بواسطہ روح حیوانی وغیرہ مدبر بدن الگ نوع واحد ہی اور ماہیت میں اُنکے مغائر اور صفات میں اُنسے ممتاز ہی ایسا ہی جنیات کی ارواح سے جو خاص اپنے دخانی و ناری اجسام میں مدبر و متصرف ہیں بسبب اِختلاف لوازم کے نفس ناطقہ کا تغائر ثابت ہی اور ایسا ہی دیگر حیوانات کی ارواح سے جو امور آخری و حقائق عقلیہ کا اِدراک نہیں کر سکتیں روح اِنسانی کا مغائر ہونا ظاہر ہی ۱۲ منشی شاہ دین سلمہ ربہٗ

یہہ صورت مستری کی تختی پر پہلے قلم کے وسیلہ سے نقش ہوتی ہی اور قلم مستری کے
علم کے موافق چلتی ہی بلکہ علم ہی اُسکو چلاتا ہی ایسا ہی امور الٰہیہ کی صورتوں کی تقدیر
لوح محفوظ میں پہلے نقش ہوتی ہی اور لوح محفوظ پر قلم سے نقش ہوتا ہی اور قلم
اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق چلتی ہی لوح سے وہ شی موجود مراد ہی جو صورت
کے نقش کو قبول کرے اور قلم سے وہ موجود مراد ہی جس سے لوح پر صورتوں
کا فیضان ہو اب قلم کی تعریف یہہ ہوئی کہ وہ لوح میں معلومات کی صورت
نقش کرے اور لوح کی حقیقت یہہ ٹھہری کہ اُن صورتوں کا نقش قبول کرے
سو قلم اور لوح کی شرط سے یہہ نہیں ہی کہ وہ دونوں لکڑی اور نی کی ہوں بلکہ
جسم ہونا بھی اُن کی شرط میں سے نہیں پس قلم اور لوح کی ماہیّت اور حقیقت میں
جسمیت داخل نہیں بلکہ قلم اور لوح کی حقیقت وہی ہی جو ہم نے ذکر کی اور جو اُس پر
زائد ہی وہ صورت ہی حقیقت نہیں۔ اور یہہ بھی بعید نہیں ہی کہ اللہ تعالیٰ کی
لوح اور قلم اُسکے ہاتھہ اور اُنگلیوں کے لائق ہو ہاتھہ اور اُنگلیں اُس کی ذات
اور الوہیّت کے موافق ہوں جسمیّت کی حقیقت سے پاک ہو بلکہ یہہ تمام روحانی
جواہر ہیں بعض اِن میں متعلّم ہیں جیسا کہ لوح اور بعض اِن میں معلّم جیسا کہ قلم چنانچہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہی اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ اب جب کہ تو نے وجود کی دونوں قسمیں
معلوم کرلیں جان لے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم آدم علیہ السلام سے پیشتر
باعتبار وجود اوّل کے نبی تھے نہ باعتبار دوسرے وجود کے جو حقیقی اور

جمع متعلّم کی [illegible] ۱۲

عینی ہی یہہ روح کے معنوں میں آخیر کلام ہی + اور حدیث نبوی میں جو آیا ہی کہ حضرت
صلعم فرماتے ہیں مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ لفظ قیامت سے قیامت
مطلقہ مراد نہیں ہی بلکہ قیامت خاصہ مُراد ہی جس کو ہم نے احیاء علوم الدین کی
کتاب صبر کے ابتدا میں تفصیلاً بیان کر دیا ہی اور قیامت مطلقہ وہ ہی جو سب کو
شامل ہوگی اور وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وقت مقررہ ہی جو خلقت پر کسی بھید
کی جہت سے مخفی ہی اُس بھید کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہی اگرچہ سب وقت برابر ہیں
لیکن بعض وقتوں کے ساتھہ وجود کی بعض قسموں کے مختص ہونے کو عقل جائز
رکھتی ہی متکلمین کے مذہب کے رو سے خدا کے اِرادہ پر موقوف ہی جیسا کہ بعض
وقتوں میں عالم کا پیدا کرنا خدا کے اِرادہ پر موقوف ہی حالانکہ قدرت اور ذات
کی نسبت تمام وقت برابر ہیں فلسفیوں کے مذہب کے موجب بھی قیامت مطلقہ
کا محال ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ فلسفی متفق ہیں کہ حادث چیزوں کے مبادی
آسمانوں کی حرکتیں اور اُنکے دورے مختلفہ ہیں اِسیواسطے علوی اور سفلی
چیزوں کے حکم اور حال مختلف ہوتے ہیں یہہ ضرور نہیں ہی کہ ہر دورے
اور گردش کے ساتھہ اِسکا پچھلا اور پہلا دورا ہم مثل ہی ہو اور دورے کا ہم مثل
ہونا اُنکے مذہب کے رو سے ضعیف ہی بلکہ جائز ہی کہ ایک دورا ایسا پیدا ہو
کہ اُس کی نظیر نہ اوّل ہوئی ہو نہ اُسکے بعد ہو اِسی لئے کبھی بعض دوروں میں
جانور ایسی عجیب شکلوں کے پیدا ہوتے ہیں کہ کبھی ویسے ہوئے ہی نہیں

اور یہہ بھی کچھہ بعید نہیں ہر کہ دورے آسمانی تو باہم مناسب ہوں اور شکلیں جو
اُن کی ترتیب سے حاصل ہیں مختلف ہوں مثلاً پانی میں جو ہم نے ایک پتھر پھینکا
تو اُس پانی میں ایک شکل مستدیر پیدا ہوگی ۔ اگر ہم ویسا ہی ایک اور پتھر پہلی حرکت
کے منقطع ہونے کے اوّل ہی پھینکیں تو یہہ لازم نہیں آتا کہ پانی کی شکل دوسری
حرکت کے بعد اول حرکت کی مثل ہی ہو کیونکہ پہلا پتھر تو ٹھہرے ہوئے پانی میں
پڑا اور دوسرا پتھر متحرک پانی میں سو جو دوسرے پتھر نے متحرک پانی میں شکل پیدا کی ہر
یہہ اُس شکل کے برخلاف ہوگی جو ٹھہرے ہوئے پانی میں پیدا ہوئی تھی یہاں
باوجود مساوات اسباب کے شکلیں مختلف ہوگئیں کیونکہ پہلی کا پچھلی کے ساتھہ
کچھہ اثر مل گیا اسلئے محال نہیں ہر کہ ایک دور معین ایک ایسی طرح کے وجود
اور ابداع کا مقتضی ہو جو پہلی طرح کے مخالف ہو یہہ بھی محال نہیں کہ اُس کا
وجود بدیعی ہو جو اُس کی نظیر سابق میں نہ گذری ہو اور یہہ بھی محال نہیں ہر
کہ اُس کا حکم باقی رہے اور دو پہلا جو منسوخ ہو چکا ہر اُس کی مثل اُس کو لاحق
نہ ہو سو اِس قسم کا وجود جو ابداع یعنی بلا سبق نظیر سے حاصل ہوا ہر اپنی جنس
میں باقی رہے اگرچہ اُسکے احوال خاص بدلتے رہیں سو قیامت کی میعاد بھی
شکل ہوئی جو پہلی شکلوں کی رو سے عجیب و غریب ہر اور یہہ ہی تمام روحوں کے
جمع ہونے کا سبب کُلّی ہر جو اُس کا حکم سب روحوں پر عام ہوگا اب قیامت
کا آنا ایسے وقت کے ساتھہ مخصوص ہوا جس کی پہچان قُوئ بشر سے نہیں

ہوسکتی اور نہ انبیا سے ہوسکتی ہی کیونکہ انبیا کو بھی کشف بقدر استعداد ہوتا ہی
جب کہ قیامت کے محال ہونے پر کوئی دلیل کلامی اور فلسفی قایم نہیں اور شریعت
میں اس کا صراحتاً ثبوت ہی تو اسپر یقین کرنا واجب ہی اور شک کرنا نہیں
چاہئے **فصل** جو شخص کہتا ہی کہ قوام روح کا بغیر بدن کے نہیں ہوتا وہ اگر قبر
میں جسم کے ساتھہ روح† کے تعلّق اور پھر روح اور جسم میں مفارقت اور قیامت
میں پھر تعلّق ہونے کا انکار کرے تو اُس کا انکار باطل ہی کیونکہ روح کا قوام بغیر
بدن کے مشکل نہیں ہی بلکہ بدن کے ساتھہ تعلّق اُسکا مشکل ہی کہ بدن سے کیونکر
متعلّق ہوئی حالانکہ روح کا بدن میں حلول نہیں جیسا کہ عوارض کا جوہر میں اسلئے کہ وہ
عرض نہیں ہی بلکہ وہ تو جوہر بذاتِ خود (یعنی بلا قیام بالغیر) موجود ہی اور اپنی ذات اور
صفات سے اپنے خالق اور اُس کی صفات کو پہچانتی ہی اور وہ اس پہچاننے
میں کسی حواس کی طرف محتاج نہیں ہی کیونکہ جن چیزوں کو اُس نے پہچانا ہی وہ

† روح کا تعلق بدن کے ساتھہ پانچ قسم پر ہی ایک تعلق جنین کی حالت میں یعنی شکم مادر
میں بعد چار ماہ کے نطفہ میں جب اعتدال اور صفائی کمال درجہ کی حاصل ہوجاتی ہی تو
اللہ تعالیٰ روح کو اُس سے متعلّق کرتا ہے۔ دوسرا تعلق شکم مادر سے خروج
کے بعد کہ پہلے کی بہ نسبت اُس وقت تعلق روح کے زیادہ آثار ظاہر ہوتے ہیں
تیسرا تعلق حالت خواب میں کہ من وجہ تعلق اور من وجہ مفارقت ہوتی ہی۔ چوتھا
تعلق عالم برزخ میں کیونکہ اس عالم میں اگرچہ مفارقت ہوتی ہی مگر مفارقت کلّی نہیں
ہوتی کہ بالکل بدن کی طرف اُس کو التفات ہی نہ ہو۔ پانچواں تعلّق بروز قیامت کہ
کامل وجہ پر ہوگا ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ †

محسوس نہیں - اِنسان تعلّق بدن کی حالت میں قادر ہی کہ اپنے نفس کو تمام
محسوس چیزوں سے غافل کرے یہاں تک کہ آسمان اور زمین سے بھی سو اِس
حالت میں اپنی ذات اور اُسکے حدوث اور خالق کی طرف اُسکے محتاج ہونیکو
جانتا ہی حالانکہ کسی محسوس چیز کا اُسکو شعور نہیں ہوتا سو بغیر شعور محسوسات
کے اُس نے اپنی ذات کو پہچانا - چنانچہ ابتدا تصوّف میں صوفی کو ہمیشہ اللہ تعالےٰ
کا ذکر کرنا اس حالت میں پہنچاتا ہی کہ اُسکے ذہن میں تمام ماسوائے اللہ غائب
ہوجاتا ہی بلکہ وہ اپنے آپ سے بھی غایب ہوجاتا ہی اور اُس کے ذہن میں
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شی محسوس اور معقول کا شعور نہیں ہوتا - اور اِس شعور کا بھی
شعور نہیں ہوتا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول ہوتا ہی کیونکہ شعور کے شعور
میں بھی خدا سے غفلت لاحق ہوتی ہی پس جو حق کی معرفت کے لئے مجرّد ہوا
بدن اور قالب کی طرف کیوں محتاج ہوگا اور جسم سے کیوں نہ بذات خود مستغنی
ہوگا جو حواس کا مرکب ہی اور محسوسات کو ہی دیکھتا ہی - جس نے روح کی حقیقت
اور اُس کا بذات خود قوام معلوم کرلیا اُسکو روح کا جسم سے الگ ہونا مشکل معلوم
نہیں ہوگا بلکہ روح کا جسم سے اتصال مشکل معلوم ہوگا یہاں تک کہ جان لے کہ
اتصال کے یہی معنی ہیں کہ جسم میں تاثیر اور تصرف اور حرکت روح ہی سے
ہی جیسا کہ اُنگلیوں کی حرکت اِرادہ کے حرکت دینے سے معلوم کرلیتا ہی حالانکہ
اُس کو یقین ہی کہ اِرادہ اُنگلیوں میں نہیں ہی لیکن جسم اُس کا مسخّر ہی سو اِس

تسخیر کا پیدا ہونا اور زایل ہونا اور رجوع کرنا جایز ہی اور عقل ان میں سے کسی کو محال
نہیں جانتی جایز ہی کہ اس کے رجوع اور زوال کے لیے اسباب ملکی اور فلکی اور
نفسی ہوں جس کو قوت بشری احاطہ نہیں کر سکتی سو ایسی وجہ پر شریعت میں
روح کا جسم سے الگ ہونا اور پھر عود کرنا جو وارد ہوا ہی اُس کی تصدیق واجب
ہی

فصل

میزان† پر ایمان واجب ہی کیونکہ جب نفس کا قوام بذات خود اور اسکا
جسم سے مستغنی ہونا ثابت ہوا پس وہ نفس اشیاء کے کشف حقایق کی بذاتِ خود
استعداد رکھتا ہی اور موت کے بعد اس کا حجاب کُھل جائیگا اور حقایق اشیاء
اس کو معلوم ہو جائینگی اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ جن چیزوں کا اُس کو کشف ہوگا وہ چیزیں اللہ تعالیٰ
سے قرب اور بُعد میں اُس کے اعمال کی تاثیریں اور اُن کے آثاروں کی مقادیر
ہونگی اگرچہ اُن آثار میں بعض تاثیریں بہ نسبت بعض کے زیادہ ہوں اور
اللہ تعالیٰ قادر ہی کہ ایک ایسا سبب پیدا کردے کہ جس سے خلقت ایک لحظہ میں

† خدا تعالیٰ کو اختیار ہی کہ میزان حقیقی کو بروز قیامت ترازو مشہور کی صورت پر متمثل کرے اور اعمال انسانوں
کو یا اعمال حسنہ وسیہ کو مجسم کر کے اُس میں وزن کر دکھائے یا میزان حقیقی کو کسی اور شکل حسی
یا خیالی پر ظاہر فرمائے جس سے ہر ایک نفس کو اپنے اعمال کی تاثیریں اور اُن کے
آثاروں کا اندازہ معلوم ہو جائے پس جب شرع میں اس کا ثبوت ہی چنانچہ قولہ
تعالیٰ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا اس پر
صراحتاً دال ہی اور عقل کے رو سے امکان اسکا ظاہر ہی اسلئے تصدیق میزان کی واجب
ہی ۱۲ مفتی شاہ دین کامل سلمہ ربہ +

قُرب اور بُعد میں اپنے عملوں کی تاثیر کے مقدار معلوم کرلے سو میزان کی
تعریف یہہ ٹھہری کہ وہ ایک شی ہی جس سے زیادتی اور نقصان کا فرق معلوم
ہو اور عالم محسوس میں اُسکے لئے مثالیں مختلف ہیں ایک تو ان میں سے ظاہر
میں ترازو مشہور ہی جس سے اشیاء ثقیلہ وزن کرتے ہیں اور ایک اُسطرلاب*
ہی آسمان کی حرکت اور وقت معلوم کرنے کے لئے اور ایک ان میں سے مسطر ہی
جس سے خطوں کی مقدار معلوم ہوتی ہی اور ایک ان میں سے علم عروض ہی حروف
کی حرکتیں معلوم کرنے کے لئے ایک ان میں سے علم موسیقی ہی جس سے
آوازوں کی حرکات کے مقدار معلوم ہوتے ہیں سو اللہ تعالیٰ جو خلقت
کے لئے میزان حقیقی متمثل کریگا اُس کو اختیار ہی چاہے اِن میزانوں
میں سے کسی کی صورت پر متمثل کرے یا اور کسی صورت پر اور میزان کی حقیقت
اور ماہیّت اِن تمام میزانوں میں موجود ہی وہ حقیقت یہہ ہی کہ جس سے زیادتی
اور نقصان معلوم ہو اور اُس کی صورت شکل کے وقت حس میں اور تمثیل کے
وقت خیال میں موجود ہوتی ہی اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہی خواہ میزان حقیقی کو
شکل حسّی پر بناوے یا تمثیل خیالی پر اُس کی قدرت بڑی ہی اِن سب پر ایمان
واجب ہی **فصل** حساب کی تصدیق واجب ہی کیونکہ حساب سے مراد مختلف

* اسطرلاب کے ذریعہ سے آفتاب و دیگر ستاروں کا اِرتفاع اور صبح و شفق کی ساعات
اور طالع وقت اور طالع سال گذشتہ سی طالع سال مستقبل کا معلوم کرنا اور تعدیل النہار
و طلوع و غروب و سمت وغیرہ امور کی معرفت حاصل کیجاتی ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

مقداروں کا جمع کرنا اور اُنکی حد و نہایت معلوم کرنی ہی اور کوئی اِنسان ایسا
نہیں ہی جس کے واسطے مختلف عمل نفع دینے والے اور ضرر دینے والے
رحمت خدا سے قریب کرنیوالے اور بعید کرنیوالے نہ ہوں اور اُن کا مجموعہ
بعد تفصیل معلوم نہیں ہوتا جب تک اُس کے مختلف افراد کا حصر نہ کیا جاوے
جب متفرقات کا جمع اور حصر کیا گیا وہی حساب ہی یہہ تو معلوم ہی ہی کہ اللہ تعالے
قادر ہی کہ مختلف اعمال اور اُنکے آثار کی حد و نہایت ایک لحظہ میں ظاہر کردے
کیونکہ وہ بہت جلد حساب کرنیوالا ہی۔

فصل

شفاعت† پر ایمان واجب ہے
شفاعت سے ایک نور مراد ہی جو بارگاہ الٰہی سے جوہر نبوت پر چمکیگا پھر جوہر
نبوّت سے اُن جواہر پر چمکیگا جن کی جوہر نبوّت کے ساتھہ مناسبت مضبوط
ہوگی بسبب زیادتی محبّت یا بسبب زیادتی اداے سُنّت یا بسبب کثرت ذکر کے

† شرح میں شفاعت کا ثبوت قوله تعالیٰ يَوْمَئِذٍ لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا و دیگر آیات و احادیث کثیرہ سے ہوتا ہی جس کی پانچ قسمیں ہیں اوّل تعجیل حساب کے لیے شفاعت عامہ جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماوینگے دوسرے بعض لوگوں کو بغیر حساب جنّت میں داخل کرانا یہہ بھی آنحضرت صلعم کے حق میں وارد ہی تیسرے مومنین سے اُس قوم کے لیے جو مستوجب دخول نار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جنکو خدا تعالیٰ چاہے دخول نار سے بچانیکی شفاعت فرماوینگے چوتھے گنہگار مومنوں کے لئے دوزخ سے نکلوانیکی شفاعت جو آنحضرت صلعم اور ملائکہ و دیگر مومنین کرینگے جیسا کہ اکثر احادیث میں وارد ہی پانچویں بہشتیوں کی ترقی درجات کے لئے شفاعت ہوگی اور جب کہ کفار کی نسبت بہ سبب عدم ایمان کے نہ تو بارگاہ الٰہی کے ساتھہ مضبوط ہی اور نہ جوہر نبوت کے ساتھہ پس نور بارگاہ الٰہی سے اُن پر بلا واسطہ چمکیگا اور نہ بواسطہ جوہر نبوت اسیلیے بروز قیامت عذاب سے اُنکو رہائی نہیں ہوگی اور نہ اُنکے حق میں کسیکی شفاعت مقبولہ ہوگی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اور فرماتا ہی مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

جو درود کے ساتھہ ہو اُس کی مثال نور آفتاب جیسی ہی کہ جب وہ نور پانی پر
پڑے تو اُس سے دیوار کی ایک خاص جگہ پر عکس پڑتا ہی تمام دیوار پر نہیں
پڑتا عکس پڑنیکے لئے وہ جگہ خاص اسواسطے ہوئی کہ پانی میں اور اُس جگہ میں
وضع کے رو سے ایک طرح کی مناسبت ہے وہ مناسبت دیوار کے باقی اجزا میں
نہیں ہی اور دیوار کی جگہ انعکاس کے لئے خاص وہ ہوئی کہ جب اُس جگہ خاص
سے ایک خط اُس پانی کی جگہ تک کھینچا جاسے جس جگہ پر نور آفتاب کا واقع ہوا
ہی تو اُس سے زمین کی جہت میں ایک ایسا زاویہ پیدا ہو کہ وہ اُس زاویہ کے
مساوی ہو جو پانی میں قرص آفتاب کی طرف خط کھینچنے سے پیدا ہوا ہے
اس طرح پر کہ نہ تو اُس سے بڑا ہو اور نہ اُس سے چھوٹا یہہ بات تو ایک جگہ خاص
میں ہی ہوگی اب جیسا کہ مناسبات وضعی انعکاس نور کے مختص ہونیکو چاہتی
ہیں ایسا ہی مناسبات معنویہ عقلیہ جواہر معنوی میں انعکاس نور کے اختصاص
کی مقتضی ہیں جس شخص پر توحید غالب ہوگی اُس کی مناسبت تو بارگاہ الٰہی
کے ساتھہ مضبوط ہوگی اُس پر نور بارگاہ الٰہی سے بلا واسطہ چمکیگا اور جس شخص
پر رسول مقبول صلعم کے سنن اور اقتدا اور اُس کے اتباع کی محبّت غالب
ہوگی اور ملاحظہ وحدانیّت میں اُسکا قدم مضبوط نہیں ہوا اُس شخص کی محبّت
تو واسطہ ہی کے ساتھہ مضبوط ہوئی سو نور کے حاصل کرنے میں وسیلہ کا
محتاج ہوگا جیسا کہ دیوار آفتاب سے محجوب ہی پانی کے واسطہ کی محتاج ہی

جو آفتاب کے سامنے ہی ایسا ہی دُنیا میں شفاعت ہوتی ہی مثلاً ایک وزیر جو
بادشاہ کے نزدیک معتبر اور اُس کی عنایت کے ساتھہ مخصوص ہی پس بادشاہ
جو اُس وزیر کے بعض دوستوں کے گناہ معاف کرتا ہی تو یہہ معاف کرنا کچھہ
بادشاہ اور وزیر کے دوستوں میں مناسبت کی جہت سے نہیں بلکہ اِسلئے
ہی کہ وہ دوست وزیر کے وزیر کے ساتھہ مناسبت رکھتے ہیں اور وزیر بادشاہ
کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہی پس بادشاہ کی عنایت اُن پر وزیر کے ذریعہ سے
ہوئی نہ اُن کی جہت سے اگر وزیر کا واسطہ نہ ہوتا تو بادشاہ کی عنایت اُن پر
نہ ہوتی کیونکہ بادشاہ وزیر کے دوستوں اور اُن کے اختصاص کو اسی سبب
سے جانتا ہی کہ وزیر اُن کی تعریف اور اُن کی معافی میں اظہار رغبت کرتا ہی
سو تعریف میں اس کے تلفظ اور اظہار رغبت کو مجازاً شفاعت کہتے ہیں
کیونکہ درحقیقت شفیع تو بادشاہ کے نزدیک اُس کا رتبہ ہی الفاظ تو اظہار
غرض کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو تعریف سے مستغنی ہی اگر بادشاہ اُنکا
اختصاص وزیر کے درجہ کے ساتھہ جانتا تو شفاعت میں بولنے والے کی
اُس کو کچھہ حاجت نہ ہوتی اور معافی شفاعت بلا نطق کے ساتھہ ہوتی اللہ تعالیٰ
تو اختصاص کو جانتا ہی اگر نبیوں کو شفاعت میں اُن کے کلمات کے تلفظ
کا جو خدا تعالیٰ کو معلوم ہیں اِذن بھی دیگا تو اُن کے الفاظ شفیعوں جیسے
ہونگے اگر اللہ تعالیٰ شفاعت کی حقیقت کو ایسی مثال کے ساتھہ جو سِن

اور خیال میں آسکے متمثل کرنا چاہیگا تو وہ تمثیل الفاظ کے ساتھہ ہوگی جو شفاعت میں مستعمل ہیں اور احادیث میں جو وارد ہی کہ جو چیزیں رسول مقبول کے ساتھہ تعلق رکھتی ہیں جیسا کہ رسول مقبول صلعم پر درود کا بھیجنا[†] یا اُنکی قبر مقدس کی زیارت کرنی یا موذن کا جواب دینا یا اذان کے پیچھے حضرت کے لئے دُعا مانگنی اور سوا اسکے ان سب چیزوں سے آدمی شفاعت کا مستحق ہوتا ہی سو اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت میں نور کا انعکاس بطریق مناسبت ہوگا کیونکہ یہہ سب چیزیں مذکورہ رسول مقبول صلعم کے ساتھہ علاقہ محبت اور مناسبت کو مضبوط کرتی ہیں

فصل

پلصراط[‡] پر ایمان لانا برحق ہی یہہ جو کہا

---

† فرمایا حضرت صلعم نے مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ احمد بروایت رویفع رضہ اور فرمایا مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ ابن ابی الدنیا بروایت ابن عمر رضہ بسند ضعیف اور فرمایا آنحضرت صلعم نے مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاۤءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بخاری بروایت جابر بن عبد اللہ رضہ ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

‡ پلصراط کا ثبوت قرآن شریف کی اس آیت سے ہوتا ہی قوله تعالیٰ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ یعنی پھر چلاؤ اُن کو راہ پر دوزخ کے اور کھڑا رکھو انکو اُن سے پوچھنا ہے اور اکثر معتزلہ کو اس خدشے کا جواب کہ عبور اسپر ممکن نہیں اور اگر ممکن ہی تو مومنین کے لئے عذاب ہی یہہ ہے کہ اس پل کا ممکن ہونا اور اس پر گذر جانا کچھہ دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ جو واجب تعالیٰ اس بات پر قادر ہی کہ پانی پر چلاتا ہی اور پرندوں کو ہوا میں اُڑاتا ہی وہ اس بات پر بھی قادر ہی کہ ایسا پل بناوے اور آدمی کو اُسپر چلاوے اور مومنین کے لئے اُسپر عبور سہل کردے پس جب عقل کے رو سے اسکا امکان ثابت ہی اور شریعت میں صراحتاً ثبوت ہی اسلئے اس کی تصدیق واجب ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

جاتا ہی کہ پلصراط باریکی میں بال کی مانند ہی یہہ تو اُس کی وصف میں ظلم ہی بلکہ وہ تو
بال سے بھی باریک ہی اُس میں اور بال میں کچھہ مناسبت ہی نہیں جیسا کہ باریکی میں
خط ہندسی کو جو سایہ اور دھوپ کے مابین ہوتا ہی نہ سایہ میں اُس کا شمار ہی نہ دھوپ
میں بال کے ساتھہ کچھہ مناسبت نہیں پلصراط کی باریکی بھی خط ہندسی کی مثل ہی
اور صراط مستقیم اخلاق متضادہ کے وسط حقیقی سے مراد ہی جیسا کہ فضول خرچی
اور بخل میں وسط حقیقی سخاوت ہی۔ تہور یعنی افراط قوت غضبی اور جبن یعنی
بزدلی میں شجاعت† اسراف اور تنگی خرچ میں وسط حقیقی میانہ روی ہی تکبر
اور غایت درجہ کی ذلت میں تواضع۔ شہوت اور خمود میں عفت‡ کیونکہ ان صفتوں
کی دو طرفیں ہیں ایک زیادتی دوسری کمی وہ دونوں ہی مذموم ہیں افراط اور
تفریط کے مابین وسط وہ دونوں طرفوں کی نہایت دوری ہی اور وہ وسط
میانہ روی ہی نہ زیادتی کی طرف میں ہی اور نہ نقصان کی طرف میں جیسا کہ
خطِ فاصل دھوپ اور سایہ کے مابین ہوتا ہی نہ سایہ میں سے ہی نہ دھوپ میں سے

† شجاعت اعتدال غضب کا نام ہی اس طرح پر کہ انسان اُن کاموں کو اختیار کرے جو شریعت کے
رو سے مفید اور نیک ہیں اور غضب کے افراط کا نام تہور ہی وہ یہہ ہی کہ انسان بےموقع جرأت
کرے اور غضب کی تفریط یعنی کمی کو جبن کہتے ہیں وہ بیجا ڈرنا ہی ۱۲

‡ عفت اعتدال شہوت کو کہتے ہیں اس طور پر کہ جن چیزوں کا شریعت میں اذن ہی اُن
چیزوں پر نفس اُبھرے شہوت کی زیادتی کو فجور کہتے ہیں وہ لذات نامشروعہ اور گناہوں کا
اختیار کرنا ہی شہوت کی کمی کو خمود کہتے ہیں اور وہ یہہ ہی کہ لذات مشروعہ اور طیبات مرغوبہ
سے نفس کو انقباض ہو ۱۲ منہ

جس کا کچھ عرض نہیں کیونکہ وہ صراط مستقیم کی مثال ہی جو باریکی میں خط ہندسی کی مثل ہو

اِس مسئلہ کی تحقیق یہہ ہی کہ انسان کا کمال فرشتوں کے ساتھہ مشابہ ہونیمیں ہی
اور فرشتے تو اِن اوصاف متضادہ سے بالکل الگ ہیں اور انسان کو اِن اوصاف
متضادہ سے بالکل الگ ہونیکی طاقت نہیں اسواسطے وسط کا تکلف ہوا
وہ وسط انفکاک یعنی الگ ہونیکے مشابہ ہی اگرچہ حقیقت میں الگ ہونا نہیں
جیساکہ نیمگرم پانی نہ گرم ہی نہ سرد اور عُود کا رنگ نہ سیاہ ہی نہ سفید سو بخل اور
فضول خرچی انسان کی صفتیں ہیں میانہ رواِن دونوں صفتوں میں سخی ہی کہ
نہ تو وہ بخیل ہی نہ فضول خرچ اور صراط مستقیم دونوں طرفوں کے مابین خلق متوسط
کا نام ہی جو کسی طرف مایل نہیں وہ بال سے زیادہ باریک ہی اور جو چیز دونوں
طرفوں سے نہایت دوری کو چاہے اُس کو وسط پر ہی ہونا چاہیئے مثلاً
ایک لوہے کا حلقہ آگ میں تپایا ہوا ہی ایک چیونٹی اُس میں گرے جو بالطبع
حرارت سے بھاگتی ہی اب وہ چیونٹی مرکز پر ہی ٹھہریگی کیونکہ محیط گرم یعنی
حلقہ گرم سے غایت دوری پوسط مرکز ہی ہی وہ مرکز ایک نقطہ ہی جس کا کچھہ
عرض نہیں پس صراط مستقیم طرفین کا وسط ہوا جس کا کچھہ عرض نہیں اور وہ بال
سے زیادہ باریک ہی اسواسطے اُس پر ٹھہرنا قدرت بشری سے خارج ہی
پس ہر شخص کو آگ پر وارد ہونا بقدر میل ضروری ہوا جیساکہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہی وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا اور اِسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہی۔
وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ کیونکہ

دو عورتوں کی محبّت میں عدل اور درجہ متوسط پر ایسا ٹھہرنا کہ دونوں عورتوں میں سے کسی کی طرف میلان زیادہ نہ ہو کس طرح ہو سکتا ہی جب کہ تو نے یہہ بات سمجھہ لی تو جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیئے قیامت میں صراط مستقیم کو خط ہندسی کی طرح جس کا کچھہ عرض نہیں ممثل کریگا تو ہر انسان سے اُس صراط پر استقامت کا مطالبہ ہوگا پس جس شخص نے دُنیا میں صراط مستقیم پر استقامت کی اور افراط و تفریط یعنی زیادتی اور کمی کی دونوں جانبوں میں سے کسی جانب میں میلان نہ کیا وہ اِس پلصراط پر برابر گذر جائیگا اور کسی طرف کو نہ جُھکیگا کیونکہ اُس شخص کی عادت دُنیا میں میلان سے بچنے کی تھی سو یہہ اُس کی وصف طبعی بن گئی اور عادت پانچویں طبیعت ہوتی ہی سو صراط پر برابر گذر جائیگا اور ثبوت پلصراط قطعی حق ہی جیسا کہ شریعت میں وارد ہوا ہی **فصل** تو نے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُسکے رسولوں اور دِن آخرت پر ایمان لانے کی دلیل پوچھی سو نہ پہچاننے والے کے لیئے تو اِس میں کلام طویل ہی اور پہچاننے والے کے لیئے مختصر ہی کیونکہ جب تو نے معلوم کر لیا کہ تو حادث† یعنی نو پیدا ہی

† تو حادث اسی طرح کل افراد عالم کے حادث ہیں کیونکہ عالم متغیّر ہے اور کل متغیّر حادث ہوتا ہی جب حادث یعنی نو پیدا ہوا تو حادث کرنیوالیکا محتاج ہوا اور حادث کرنیوالا خود حادث نہیں ہوگا بلکہ واجب الوجود ہوگا کیونکہ اگر حادث ہو تو وہ بھی کسی پیدا کرنیوالیکا محتاج ہوگا اور وہ دوسرا تیسرے کا یہاں تک کہ یہہ تسلسل بے نہایت ہو جاوے اور

اور یہہ بھی معلوم کرلیا کہ جو حادث ہی پیدا کرنے والے سے مستغنی نہیں ہوتا اس سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دلیل تجھہ کو حاصل ہوگئی اور یہہ دو معرفتیں بہت قریب الفہم ہیں ایک تو یہہ کہ تو حادث ہی اور دوسرا یہہ کہ حادث خود پیدا نہیں ہوتا اور جب کہ تو نے اپنے نفس کو پہچانا کہ تو ایسا جوہر ہی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور غیر محسوس چیزوں کی پہچان تیرا خاصہ ہی اور بدن تیری ذات کے لئے قوام نہیں اور بدن کا معدوم اور منہدم ہونا تجھہ کو معدوم نہیں کریگا اب تو نے یوم آخر یعنی قیامت کو دلیل کے ساتھہ معلوم کرلیا کیونکہ کلام مذکورہ سے یہی ثابت ہوا کہ تیرے لئے دو یوم ہیں ایک یوم حاضر ہی جس میں تو جسم کے ساتھہ مشغول ہی اور ایک یوم آخر ہی جس میں تو اِس جسم سے الگ ہوگا اسلئے کہ جب تیرا قوام جسم کے ساتھہ نہیں ہی اور تو نے موت کے ساتھہ اس جسم کی مفارقت کی سو یوم آخر ہوگیا اور جب معلوم کرلیا کہ تو نے جسم کی مفارقت سے محسوس چیزوں کی مفارقت کی اب تو یا خدا تعالیٰ کی

تتمہ حاشیہ

جو شی متسلسل ہوتی ہی اُس کا حاصل ہونا محال ہی اگر حاصل ہو تو خلاف مفروض لازم آتا ہی جو باطل ہی کیونکہ اگر بے نہایت حاصل ہو تو وہ معروض للعدد ہوگا اور ہر عدد قابل تضعیف ہی جس سے معروض للعدد کا قابل تضعیف ہونا ظاہر ہی پس جب اس کی تضعیف ہوگی تو اس کا دوچند اس سے زائد ہوگا اور زائد کی زیادتی بعد انتہا کم کے نکلا کرتی ہی جب سے بے نہایت تسلسل مفروضہ کم ہوا تو منتہی ہوا جب منتہی ہوا تو بے نہایت نہ ہوا حالانکہ اسکو بے نہایت لیا تھا پس ضرور ہوا کہ عالم کا پیدا کرنیوالا ممکن الوجود اور حادث نہیں ہوگا بلکہ واجب الوجود ہوگا وہی خدا تعالیٰ کی ذات ہی جسپر ایمان لانا واجب ہی ۱۲ منفتی شاہ دین سلمہ ربہ*

معرفت کے ساتھ منعم رہیگا جو تیری ذات کا خاصہ ہی اور بمقتضائے طبع اصلی کے تیری لذتوں کا منتہا ہی بشرطیکہ طبیعت کو شہوات کی طرف میلان نہو اور یا اللہ تعالیٰ سے جو باعتبار طبع اصلی کے تیری خواہشوں کا منتہا ہی حجاب کے ساتھ معذب رہیگا جو مابین تیرے اور تیری مراد کے حایل ہوگا اور تجھے معلوم ہی کہ معرفت کے اسباب ذکر و فکر اور غیر اللہ سے اعراض کرنا ہی اور جو مرض خدا تعالیٰ کی معرفت سے مانع ہی اُس کا سبب شہوتیں اور دنیا کی حرص ہی اور یہہ بھی معلوم ہی کہ اللہ تعالیٰ قادر ہی کہ اپنے عام بندوں کو کشف کے واسطہ سے معرفت نہ دے جیسا کہ اپنے خاص بندوں کو دی ہی اور یہہ بھی تجھکو معلوم ہی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یعنی اپنے خاص بندوں کو کشف کے ذریعہ سے معرفت دی اب تجھکو رسولوں† کی معرفت

† انبیا علیہم السلام کے باب میں فرقہ براہمہ کا خلاف ہی کیونکہ یہہ فرقہ اس بات کا قایل ہی کہ انبیا کے بھیجنے میں عقل کے ہوتے کچھہ فائدہ نہیں ہم کہتے ہیں کہ عقل سے وہ کام معلوم نہیں ہوتے جو آخرت میں موجب نجات ہیں اور نہ مستقل طور پر اعمال نیک و بد پر ثواب و عذاب کی تفصیل عقل معلوم کر سکتی ہی اسی طرح کبھی بعض افعال کے نیک ہونے اور کبھی بد ہونے کو عقل بلا واسطہ انبیا کے معلوم نہیں کر سکتی اِسلیئے ہماری بہبودی دنیوی و نجات اُخروی کے حاصل کرنے کے لئے انبیا علیہم السلام کا جن کو خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ کسی دیگر انسان کے صرف کشف کے ذریعہ سے معرفت دی اور تصدیق نبوّت کیلئے معجزات عطا فرمائے مفید ہونا اظہر من الشمس ہی جب مفید ہونا ظاہر ہی اور معجزات سے اُنکی تصدیق ثابت ہی پس نجات اُخروی کے حاصل کرنے کے لئے اُن پر ایمان لانا واجب ہی ۱۲ ابو الحسن مفتی شاہ دین سلمہ ربہ †

دلیل کے ساتھہ حاصل ہوگئی اور یہہ بھی معلوم ہی کہ انبیا علیہم السلام کو معرفت
الفاظ اور عبارتوں کے ساتھہ ہوتی ہی جو الفاظ اور عبارتیں ان کو وحی کے
وسیلہ سے سُنائی جاتی ہیں خواہ سوتے ہو خواہ جاگتے اب اِس سے تجھہ کو
خدا تعالیٰ کی کتاب پر ایمان حاصل ہوگیا۔ اور جب تو نے اِس بات کو معلوم
کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال دو قسم پر منقسم ہیں ایک وہ افعال ہیں جنکو بلا واسطہ
کیا اور ایک وہ جن کو واسطے سے کیا اور اِس کے وسایط کے مراتب مختلف
ہیں وسایط قریبہ تو مقربین ہیں جن کو ملائکہ† کہتے ہیں اور ملائکہ کی معرفت
دلیل کے رو سے نہیں ہوسکتی اور اِس میں کلام طویل ہی اور رسولوں کا
صدق جو تو نے دلیل کے ساتھہ معلوم کرلیا اُن کی خبر ہی ملائکہ کے صدق
کے لئے کافی ہی اِسپر اکتفا کر کیونکہ یہہ بھی ایمان کے درجوں میں سے ایک درجہ

† فلسفیوں کا عقیدہ ملائکہ کے بارہ میں بالکل باطل اور خلاف شرع ہی کیونکہ اوّل تو وہ جواہر مجرّدہ یعنی عقول عشرہ کو دس میں منحصر کرتے ہیں دوسرا مادیات کے ساتھہ اُن کا تعلق ایجاد کا لیتے ہیں باریتعالیٰ سے عقل اوّل کا صدور بالایجاب لیکر فلک اوّل اور عقل ثانی کے لئے اُس کو موجد ٹھہراتے ہیں اور عقل ثانی کو فلک ثانی اور عقل ثالث کا موجد کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس دس عقلیں ثابت کرتے ہیں عقل عاشر کو جس کو عقل فعال بھی کہتے ہیں ماتحت فلک قمر کے لئے موجد لیتے ہیں جس پر بہت سے دلایل ردی اُنہوں نے بیان کئے ہیں کما لایخفی اور ابن حزم نے ملائکہ کو ارواح بلا اجسام لیا ہی اور متکلمین نے نورانی اجسام کہا ہی صحیح قول یہی ہی کہ ملائکہ اجسام نورانی ہیں اصل خلقت اِن کی بنی آدم کی صورت پر نہیں کیونکہ آدم کی صورت تمام مخلوقات کی صورت سے نرالی اور بہت اچھی صورت ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اِسپر شاہد ہی آیت کلام اللہ سے رُسل ملائکہ کی شکل

ف ۱) البتہ ہم نے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت میں ۱۲

ہی يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ **فصل**

لذّتیں محسوسہ جن کا جنّت میں ملنے کا وعدہ ہی جیسا کہ حوریں اور کھانے پینے اور پہننے سونگھنے کی چیزیں سو انکی تصدیق واجب ہی کیونکہ یہہ سب ممکن ہیں اور ان کے ممکن ہونے کا تین وجہ پر اعتقاد کرنا چاہیئے یا تو وہ لذّتیں حسّی ہونگی یا خیالی یا عقلی حسّی لذّتیں تو ظاہر ہی ہیں جیسے اس عالم میں ہو سکتی ہیں ویسے ہی اُس عالم میں کیونکہ اُس عالم میں ان لذّتوں کا ہونا جسم کی طرف روح کے رد کرنے کے بعد ہوگا اور روح کے رد ہونیکے امکان پر دلیل کا قایم ہونا ان سب لذّات حسّی کے امکان کو ثابت کرتا ہی اور بعض لذّتیں جو عظیم الشان اور نہایت درجہ کی مرغوب الطبع نہیں جیسا کہ دودھ

اصلی پروں والی ثابت ہوتی ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ اس پر دال ہی ہاں خدا تعالیٰ نے اُن کو شکل بدلنے اور متشکل بشکل انسان وغیرہ ہونے کی قدرت دی ہوئی ہی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حیوانات کو بخلاف نباتات کے ہیئت اور وضع کے بدلنے کی طاقت دی ہوئی ہی کہ کھڑے ہونیکے وقت جو وضع ہوتی ہی مثلاً بیٹھنے سے متغیر ہو جاتی ہی اور ملائکہ کی مثل خدا تعالیٰ نے جنات کو بھی شکل بدلنے کی طاقت دی ہوئی ہی لیکن جن و شیاطین کے اجسام جب کہ اجزاے ناری و ہوائی کا خلاصہ ہیں اور اُن میں شہوت و غضب بھی ہی اسلئے اُن میں احتیاج کھانے پینے اور جماع کی متحقق ہی بخلاف فرشتوں کے کہ وہ گناہوں سے معصوم اور کھانے پینے و جماع کی حاجت سے پاک ہیں اُن کو روحانیات اور ملائکہ اور ارواح اور ملکوت سے بھی تعبیر کیا کرتے ہیں اور فرشتہ کو فارسی میں سروش اور ہندی میں دیوتہ بولتے ہیں ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہٗ +

تتمہ حاشیہ

[illegible]

اور ریشمی کپڑے اور کیلہ کے درخت جن کا ثمرہ تہ برتہ ہو اِسکی مانع نہیں ہیں کیونکہ
یہہ لذتیں اُن لوگوں کے لئے ہونگی جن کو حاجت اور رغبت ان میں زیادہ ہوگی
اور بہشت میں جس چیز کو جس کا جی چاہے سو ہی اور ان کو وہ لوگ چاہینگے
جن میں نئی خواہش پیدا ہوگی اور جو لوگ ان کو نہیں چاہتے اور ان سے لذّت
نہیں پاتے اُن میں نئی خواہش پیدا کیجاویگی کیونکہ لذّتیں شہوتوں کے
موافق ہوتی ہیں جیساکہ جماع کی صورت بدوں شہوت کے لذّت کو نہیں
چاہتی بلکہ نفرت کو چاہتی ہی اللہ تعالیٰ نے خواہشوں کو پیدا کیا اور لذّتوں
کو اُن کے موافق بنایا خدا کے دیدار کی لذّت کی تصدیق وہی کرتے ہیں
جن کو خدا چاہے تمام نہیں کرتے اگرچہ ظاہر میں تمام اقرار کرتے ہیں کیونکہ
جب ان میں معرفت نہیں ہی تو شوق بھی نہیں پس ادراکِ لذّت بھی نہیں
لیکن قیامت میں اللہ تعالیٰ اُن کے شوق اور محبّت اور معرفت کو بڑہاویگا
یہاں تک کہ دیدارِ الٰہی† کی لذّت اُن کو بڑی معلوم ہوگی اور لذّتوں خیالی کا

† خدا تعالیٰ باوجودیکہ جسم اور عوارض جسمی یعنی صورت جسمی اور مقدار اور جہات و
اطراف سے پاک ہی اسلئے کہ وہ ذات واجب الوجود واحد حقیقی یعنی احد ہی اور احد
وہی ہوتا ہی جو کسی طرح کی قسمت اور بانٹ اُس میں نہ ہو سکے یعنی اُس کے اجزا نہ نکل
سکیں نہ عقلیہ یعنی جنس و فصل نہ خارجیہ یعنی ہیولی و صورت یا جواہر فردہ یا مقداریہ
دار آخرت میں آنکھوں سے دکھائی دیگا جیساکہ نص قطعی سے ثابت ہی چنانچہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہی وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ لیکن یہہ نرالی قسم کی رویت
بصری ہوگی اِس دیدار کا امکان عقل کے رو سے بھی ظاہر ہی کیونکہ دیکھنا ایک قسم کا

بھی ممکن ہونا مخفی نہیں ہی جیسا کہ خواب میں مگر اتنا فرق ہی کہ خواب کی لذّت جلدی
منقطع ہو جانیکے سبب حقیر ہی اگر ہمیشہ رہتی تو لذات حسّی اور خیالی میں کچھہ
فرق نہ ہوتا کیونکہ انسان کا لذّت یاب ہونا اُن صورتوں میں ہوتا ہی جو خیال
اور حس میں نقش پذیر ہوتی ہیں نہ اُن کے وجود خارجی سے اگر وہ صورتیں
خارج میں پائی جاویں اور حس میں نقش پذیر نہ ہوں تو لذّت نہیں ہوتی اور
اگر وہ صورت جس کا حس میں نقش ہوا ہی باقی رہے اور خارج میں پائی جاوے
تو لذّت ہمیشہ رہتی ہی اور قوّت خیالیہ کو اس عالم میں صورتوں کے اختراع
یعنی نو ایجاد کرنے کی قدرت ہی مگر اس کی صورتیں نو ایجاد کی ہوئیں خیال
میں ہی ہوتی ہیں حواس ظاہری سے محسوس نہیں ہوتیں اور نہ قوّت باصرہ
میں منتقش ہوتی ہیں اسلئے اگر بہت عمدہ صورت کا قوّت خیالیہ ایجاد کرے
اور وہم کرے کہ میرے مشاہدہ اور حضور میں ہی تو اُس صورت کی لذّت بڑی
نہیں ہوتی کیونکہ وہ صورت آنکھوں سے دیکھی نہیں گئی جیسا کہ خواب میں

حاشیہ:

علم اور کشف ہی مگر انکشاف میں اُس سے کامل اور واضح تر ہی پس جب کہ یہہ درست ہی کہ خدا
تعالیٰ سے علم متعلق ہی حالانکہ وہ کسی جہت میں نہیں اور جیسا یہہ درست ہی کہ اللہ تعالیٰ
خلق کو دیکھتا ہی اور اُن کے مقابل نہیں پس یہہ بھی درست ہوا کہ خلق اُسکو دیکھے اور
مقابلہ نہ ہو اور جس طرح اُس کا جاننا بدوں کیفیت اور صورت کے ہو سکتا ہی اسیطرح
اُس کا دیدار بھی بے کیفیت و صورت و مجسّم ہونے کے ممکن ہی غرضکہ عقل کے رو سے
دیدار الٰہی کا امکان ثابت اور شریعت میں اس کا صراحتہً ثبوت ہی اسلئے اس کی تصدیق
واجب ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

ہوتا ہی اور قوت خیالیہ کو جیسا کہ خیال میں صورت کے نقش کرنیکی قوت ہی ویسا ہی اگر قوت باصرہ میں اُس کے نقش کرنے کی قوت ہوتی تو اس صورت کی لذت بڑھ جاتی اور وہ صورت خیالیہ بمنزلہ صورت خارجی کے ہوجاتی اور دُنیا اور آخرت میں صورت کے منتقش ہونے میں تو کچھ فرق نہیں ہوگا مگر اتنا ہی فرق ہوگا کہ آخرت میں قوت باصرہ میں صورت کے نقش ہونے کی کمال قدرت ہوگی سو جس چیز کو دل چاہیگا وہ چیز اُس کے خیال میں حاضر ہوجائیگی پس اُس کا چاہنا تو اسکے خیال میں آنے کا سبب اور اُسکا خیال میں آنا اُسکے دیکھ لینے کا سبب ہوگا یعنی قوت باصرہ میں نقش ہوجائیگی اور جب چیز کی اُسکو رغبت ہوگی جب اُس کا خیال کریگا وہ چیز اُسی وقت اس طرح موجود ہوگی کہ اُس کو دیکھیگا رسول مقبول صلعم کے قول میں اسی طرف اشارہ ہی چنانچہ فرمایا ہی + اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ سُوْقًا یُبَاعُ فِیْہِ الصُّوَرُ سوق یعنی بازار سے یہاں لطف الٰہی مُراد ہی جو اُس قدرت کا منبع ہی جس سے ارادہ کے موافق صورتوں کا اختراع وایجاد اور قوت باصرہ میں اُنکا نقش ہوگا اور وہ نقش ارادہ کے دوام تک یعنی جب تک خدا چاہے باقی رہیگا ایسا منتقش ہونا نہیں ہوگا جو بے اختیار دور ہوسکے جیسا کہ دُنیا میں بے اختیار خواب میں زوال ہوجاتا ہی اور یہہ قدرت

+ جنت میں ایک بازار ہی جس میں صورتیں دیکھائینگی ترمذی نے بروایت علیؓ یہی مضمون بیان کیا ہی باندک زیادت۔ الفاظ اسکے یہہ ہیں۔ ان فی الجنۃ لسوقا ما فیھا شرئ ولا بیع الا الصور من الرجال والنساء الحدیث ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

جس کی اوپر تشریح ہو چکی ہی بہت وسیع اور کامل ہی بہ نسبت اُس قدرت کے
جو خارج حس میں ایجاد کرنے پر ہی کیونکہ خارج حس میں جو موجود ہوتا ہی وہ دو
مکانوں میں پایا نہیں جاتا اور جب ایک شی کے سُننے میں مشغول یا ایک شئ
کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتا ہی تو غیر سے محجوب ہو جاتا ہی اور یہاں تو بڑی
ہی وسعت ہی کہ جس میں کسی طرح کی تنگی اور کسی طرح کی روک نہیں یہاں تک کہ
اگر اُس نے ایک شی کے دیکھنے کا ارادہ کیا مثلاً ہزار شخص کا ہزار مکان میں
ایک ہی حالت میں دیکھنا چاہا تو وہ اِن سب کو مختلف مکانوں میں موافق ارادہ
کے مشاہدہ کریگا؛ ور موجود خارجی کا دیکھنا ایک ہی مکان میں ہوتا ہی اور عالم
آخرت کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس میں بہت وسعت اور پوری پوری خواہشیں
ہونگی اور وہ خواہشوں کے بہت موافق ہوگا اور اُسکا صرف حس میں موجود
ہونا اور خارج میں نہ پایا جانا کچھ اسکے مرتبہ کو نہیں گھٹاتا کیونکہ اسکے وجود
سے مقصود لذّت ہی اور لذّت وجود حسّی سے ہوتی ہی جب اسکا وجود حسّی ہوگا
تو اُس کی لذّت پوری پوری پائی جائیگی اور باقی یعنی خارجی وجود تو فضلہ
ہی جس کی کچھ حاجت نہیں اور اِس وجود خارجی کا اِسلئے اعتبار ہوتا ہی
کہ وہ مقصود کے حاصل کرنے کے لئے ایک طریق ہی اور اُسکا مقصد کے لئے
ایک طریق ہونا اِس دُنیا میں ہی ہی جو بہت تنگ اور قاصر ہی اور عالم آخرت
میں مقصد کے حاصل کرنے کے لئے طریق کی وسعت ہی کچھ ہی طریقہ مقرّر

نہیں ہی اور تیسری وجہ یعنی لذّت عقلی کا ممکن ہونا بھی کچھہ مخفی نہیں کیونکہ ضرور
ہی کہ یہہ محسوسات لذّات عقلی کی مثالیں ہوں جو محسوس نہیں ہیں اِسلئے کہ
عقلی چیزیں مختلف قسموں پر منقسم ہوتی ہیں جیساکہ حسّی چیزیں پس حسیات اُنکی
مثالیں ٹھہریں اور حسّی چیزوں میں سے ہر ایک اُس لذّت عقلی کی مثال بنیگی جسکا
رُتبہ اُسکے برابر ہوگا مثلاً کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ سبزی اور پانی جاری
اور خوش شکل نہریں دودھہ اور شہد اور شراب کی بھری ہوئیں اور درخت جواہر
اور یاقوت اور موتیوں کے ساتھہ مزیّن اور محل سونے اور چاندی سے بنائے
ہوئے اور دیواریں جواہر سے مرصع خادم ایک جیسے اُسکے آگے خدمت کیلئے کھڑے
ہیں اب اگر تعبیر کرنیوالا اِسکی تعبیر کریگا تو لذّت اور خوشی ہی کے ساتھہ کریگا اور ان
سب کو ایک ہی نوع پر قیاس نہیں کریگا بلکہ ہر ایک کو لذّت کی علیحدہ علیحدہ قسم
پر محمول کریگا بعضوں سے تو لذّت علم اور کشف معلومات اور بعضوں سے لذّت
ملک اور حکومت اور بعضوں سے مقہور اور ذلیل ہونا دشمنوں کا اور بعضوں سے
دوستوں کی ملاقات مُراد لیگا اگرچہ ان سب کا نام لذّت اور سرور رکھا ہی
لیکن یہہ تمام مرتبوں اور لذّتوں میں مختلف ہیں ہر ایک کا مذاق علیحدہ علیحدہ
ہی لذّاتِ عقلی کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے اگرچہ وہ لذّتیں عقلی نہ آنکھوں
نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سُنیں اور نہ کسی بشر کے دِل پر اُنکا خیال گذرا اور
ہو سکتا ہی کہ ایک شخص کے لیئے یہہ تمام لذّتیں ہوں اور یہہ بھی ہو سکتا ہی کہ

ان میں سے ہر ایک کو بقدر استعداد ملے پس جو شخص تقلید میں مشغول اور
صورتوں ہی میں مدہوش ہی اور حقایق کا رستہ اُسکو نہیں کھلا اُسکے لئے
صور ہیں ہی ممثل کیجا ئینگی اور عارف لوگ جو عالم صور اور لذات حسیّن کو دیکھہ
رہے ہیں اُنکے لئے عقلی سرور اور لذّات کے لطایف کھولے جاینگے جو اُنکے
مراتب اور خواہشوں کے لایق ہوں کیونکہ بہشت کی تعریف یہی ہی کہ اُس میں
جس کا جو دل چاہے موجود ہی جب کہ خواہشیں مختلف ہوئیں تو عطیّات او
لذات کا مختلف ہونا بعید نہیں ہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وسیع ہی اور
قوّت بشری قدرت ربّانی کے عجایبات کے احاطہ کرنے سے قاصر ہی او
رحمت الہی نے نبوّت کے وسیلہ سے خلقت کو اُسیقدر سمجھا دیا ہی جسقدر
سمجھہ سکتی تھی اب جو سمجھا اُسکی تصدیق واجب ہی اور جو امور بخشش الہی کے
لایق ہیں خواہ سمجھہ میں آسکیں یا نہ اُن سب کا اقرار واجب ہی اور انکا ادراک
نہیں ہو سکتا مگر فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ یعنی سچّی بیٹھک
میں نزدیک بادشاہ کے جسکا سب پر قبضہ ہی۔ **فصل** اگر تو کہے کہ یہہ لذّتیں
حسّی اور خیالی جنکا جنّت میں وعدہ ہی حسّی اور خیالی قوتوں کے ساتھہ ہی ادراک
میں آئینگی اور یہہ تو جسمانی قوّتیں ہیں جسم میں ہی پیدا ہوتی ہیں ایسا ہی قبر کا
عذاب اور جہنّم کا عذاب† جسمانی قوتوں کے ساتھہ ہی ادراک اور سمجھہ میں آئیگا

† خارجی اور اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ عذاب قبر کے منکر ہیں اس خیال سے کہ مُردہ

جب کہ روح جسم سے الگ ہوگی اور جسم کے اجزا تحلیل ہوجاینگے اور قوی جسیہ
اور خیالیہ دور ہوجاینگی پھر کیونکر زکوٰۃ نہ دینے والے کے لیے گنجا سانپ† متمثل
ہوگا اور کافر پر قبر میں ننانویں‡ سانپ کس طرح مسلّط ہونگے جیسا کہ حدیث شریف
میں آیا ہی کیونکہ یہہ دونوں صورتیں خیالی ہونگی یا حسّی ہونگی حس اور خیال دونو
موت کے ساتھہ ہی باطل ہوگئے پس اِنکا ثبوت کس طرح ہوا اب جان کہ اِس
امر کا منکر وہ ہی جو حشر اجساد کا منکر ہی اور روح کا عود کرنا جسم کی طرف محال
جانتا ہی حالانکہ اُسکے محال ہونے پر کوئی تحقیقی دلیل قایم نہیں ہوئی بلکہ بعید
نہیں ہی کہ بعضے جسم اِسی لیے بنائے گئے ہوں کہ نفس موت‡ کے بعد ان میں

حاشیہ:

میں جب اِدراک نہیں تعذیب و تنعیم اسکی محال ہی لیکن یہہ خیال اُنکا باطل ہی کیونکہ جب
ارواح کے لئے فنا نہیں چنانچہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ
اسپر دال ہی پس موت سے رفع تعلق کے بعد قبر میں دوبارہ اسکا تعلق من وجہ ہوجانا
موجب اِدراک ہوا امر ممکن ہی جس سے تعذیب و تنعیم کا اِمکان ظاہر ہی اور جب دلایل شرعی بھی
صراحتًا اِسپر دال ہیں اِسلئے اِسکی تصدیق واجب اور اِنکار محض جہالت ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

† بخاری بروایت ابو ہریرہ باندک زیادت در آخر ۱۲ +
‡ ننانویں اژدہا کے کافر پر قبر میں مسلّط ہونے کی حدیث دارمی نے بروایت ابی سعید
بیان کی ہی اور ترمذی کی روایت میں ننانویں کی جگہ ستر کا عدد آیا ہی + مفتی شاہ دین سلمہ ربہ
‡ نفس کا تعلق موت کے بعد بعض نئے اجسام کے ساتھہ شرع میں ثابت ہی چنانچہ ارواح
شہدا کا سبز پرندہ کے شکم میں ہونا یعنی اُس جانور کے شکم سے متعلق ہونا جو جنّت کی نہروں میں
چگیگا اور عرش کے نیچے قندیلوں میں جگہ پکڑیگا جیسا کہ آنحضرت صلعم سے مسلم نے بروایت ابن مسعود
بیان کیا ہی اور اِس سے تناسخ باطل جسکے ہنود قایل ہیں کہ دُنیا میں ایک روح ایک جسم عنصری
سے جو متعلق ہوا اور اُس روح سے اِس جسم عنصری کا نشو و نما ہو بعد رفع ہونے اِس تعلق کے

حلول یعنی اِن سے متعلق ہوا اور یہہ بات کچھہ محال نہیں نہ تو قبر میں اور نہ قیامت میں اور جو مقدمین نے اِسکے محال ہونے پر دلایل بیان کیئے ہیں وہ دلایل تحقیقی نہیں ہیں اور شرع شریف میں تو اِسکا ثبوت ہی پس اسکی تصدیق واجب ہی اور فلاسفہ کے نزدیک جو اِسکے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہیں ہوئی اِسکا ثبوت یہہ ہی کہ فلاسفہ کے افضل متاخرین یعنی بوعلی سینا نے اپنی کتاب نجات اور شفا میں جسم کی طرف اعادہ روح کا (نہ) محال ہونا ثابت کیا ہی اور کہا ہی کہ بعید نہیں ہی کہ بعضے اجسام سماوی اِسلیئے بنائے گئے ہوں کہ نفس موت کے بعد ان میں حلول کرے اور اُسنے اِسی کی ایک حکایت اپنے بڑے سے یوں بیان کی ہی

دوسرے جسم عنصری سے جو پہلے جسم سے مغایر ہوتا ہی متعلق ہوجاتی ہی اور اِسکا نشو و نما کرتی ہی لازم نہیں آتا کیونکہ شرع میں ارواح شہدا کا جن جانوروں سے تعلق ثابت ہوا وہ جانور جسام عنصری سے نہیں ہیں اور نہ اُن جانوروں کو اِن روحوں سے نشو و نما ہوتا ہی بلکہ ارواح شہدا کی صرف اُن سے متعلق ہوکر لذتیں حاصل کرتی ہیں بغیر تکلف اور محنت کے جیسا کہ گھوڑے کا سوار حالت سواری میں لذت حاصل کرتا ہی حالانکہ مرکب یعنی گھوڑے کی روح جو اُسکے بدن میں متصرف ہی اور ہی اور سوار کی روح اور باقی رہا ارواح شہدا کے لئے یہہ خصوصیت سو اِس کی وجہ یہہ ہی کہ ارواح شہدا نے جب کہ خدا کی راہ میں جان نثاری کی جو موجب جدائی بدن کے ہوئی اِسلیئے یہہ بدن اُنکو بدلے اُس بدن کے ملا کیونکہ جزا موافق عمل کے ہوا کرتی ہی اور اِسی تلذذ وغیرہ کے حصول کی جہت سے اُنکو زندہ کہا جاتا ہی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ۔ کیونکہ مرنا موجب مفارقت بدن اور مانع کسب جدید و ترقی مراتب ارواح و حصول تلذذ کا ہوتا ہی اور اِنکی ارواح کو ایک جسم سے تعلق ہوکر تلذذ حاصل ہی اِسلیئے اُنکو ایک قسم کی حیات ثابت ہوئی اور یہہ حیات مثل دُنیاوی حیات کے نہیں کیونکہ اجسام متعلقہ سے انکو علاقہ تدبیر و تصرف کا نہیں

کہ اس عدم استحالہ کے قایل بعض اہل علم ہیں جو بیہودہ گو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ بوعلی کو اس قاعدہ میں شک ہی اور اسکے محال ہونے پر کوئی دلیل اسکے نزدیک قایم نہیں ہوئی اگر یہہ محال ہوتا تو اسکے قایل کو یوں نہ کہتا کہ وہ بیہودہ گو یا دروغگو نہیں کیونکہ امر محال کے قایل ہونیسے اور کونسا جھوٹ بڑھکر ہی بعض اوقات قایل یوں کہتا ہی کہ بوعلی نے اسکا ذکر بطور تقیہ کے کیا ہی کیونکہ کتاب النفس مین جو اُسنے مسئلہ تناسخ کا بیان کیا ہی اُسمیں نفس کے تناسخ ابدان کا استحالہ ثابت کیا ہی اور یہہ بعینہ حشر اجساد کے ابطال کی دلیل ہی سوہم یوں کہتے ہیں کہ تناسخ کے محال ہونیمین جو دلیل بیان کی ہی وہ دلیل تحقیقی نہیں ہی کیونکہ اُسنے تناسخ کے محال ہونے میں یہہ بیان کیا ہی کہ اگر روح کا اعادہ جسم کی طرف ہو

ایسے ہی تناسخ کو جو بلا تدبیر اور تصرف کے ہو بوعلی نے محال نہیں گنا اور فارابی سے اسی کی حکایت کی ہی چنانچہ طوسی نے شرح اشارات میں لکھا ہی ثم انها لایجوزان تکون معطلة عن الادراک وکانت مما لایدرک الابالات جسمانیة فذهب بعضهم الی انها تتعلق باجسام اخر ولا یخلو اما ان لاتصیر صورة لها وهذا ما ذکره الشیخ ومال الیه او تصیر فتکون نفوسا لها وهذا القول بالتناسخ الذی سیبطله الشیخ اما المذهب الاول فقد اشار الیه فی کتاب المبداء والمعاد وذکر ان بعض اهل العلم من لا یجازف فیما یقول واظنه یرید الفارابی قال قولا وهو ان هولاء اذا فارقوا البدن الخ - اور جس تناسخ کا بوعلی نے استحالہ بیان کیا ہی اس سے جسم اصلی کی طرف نفس مفارقہ کا اعادہ محال ہونا ثابت نہیں ہوتا باقی رہا حکما کا وقت کو عوارض شخصیہ معتبرہ فی الوجود سے لیکر اعادہ معدوم بعینہ کے استحالہ سے حشر اجساد کا استحالہ ثابت کرنا سو بنائے فاسد علی الفاسد ہی کما لایخفی غرضیکہ ارواح کا اپنے ابدان مفارقہ کے ساتھہ دوبارہ تعلق ہو جانا محال نہیں بلکہ امر ممکن ہی اور شریعت میں قبر اور قیامت میں دوبارہ تعلق ہونیکا صراحتًا ثبوت بھی ہی اسلیے اسکی تصدیق واجب ہی اسی طرح دنیا میں اپنے اجسام کے ساتھہ بعض ارواح کا دوبارہ تعلق

ف پھر تحقیق وہ نفوس نہیں جایز کہ معطل ہوں ادراک سے اور نہ وہ کہ نہیں ادراک کرتے بغیر آلات جسمانیہ کے سو گئے ہیں بعض اس طرف کہ وہ متعلق دوسرے اجسام سے ہو جاتے ہیں اور نہیں خالی اس حال سے کہ یا تو انکی صورت نہ ہونگے اور اسی کا شیخ نے ذکر کیا ہی اور اسی کی طرف میلان کیا یا صورت ان اجسام کی ہو جاینگے پس ان اجسام کے نفوس ہیں اور یہہ ہی قول تناسخ کا جسکو شیخ باطل کریگا لیکن مذہب اول کیطرف کتاب مبدا و معاد میں اشارہ کیا ہی اور ذکر کیا ہی کہ بعض اہل علم نے جو ایسی باتیں کلام میں بیہودہ گو نہیں ہیں کہا میں گمان کرتا ہوں کہ شیخ کی مراد فارابی ہی کہا ہی ایک قول اور وہ یہہ ہی کہ یہہ نفوس جسوقت اپنے بدن سے الگ ہوئے الخ ۱۲

تو اُسکا اُس جسم کیطرف اعادہ ہوگا جو قبول کی استعداد رکھتا ہی اور جو قبول کی استعداد
رکھتا ہی اللہ تعالیٰ کیطرف سے روح کا افاضہ اُسکی طرف ہو گیا ہی اسلئے کہ جسم مستعد بدنیہ
صورت کے قبول کرنے کا مستحق ہی اور اسکا مستحق ہونا روح کے فیضان کو چاہتا
ہی اور نفس مفارقہ بھی اسکے ساتھہ متعلق ہوا اب ایک بدن کے لئے دو نفس ہوئے
اور یہہ محال ہی اور اِس دلیل مذکورہ کو حشر اجساد کے محال ہونے میں بھی استعمال
کر سکتے ہیں لیکن یہہ دلیل ضعیف ہی کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اجسام کی استعدادیں
مختلف ہوں ایک جسم میں ایسی استعداد ہو جو نفس مفارقہ کے مناسب ہو جو
اوّل موجود تھا یہاں تک کہ وہ جسم اِس نفس کے ہی تدبیر کے ساتھہ مختص ہو اور

ہو جانا امر ممکن ہی چنانچہ بعض مُردے بامرالٰہی دوبارہ زندہ ہوئے یا حسب مذہب جمہور حضرت
آدم علیہ السلام کی پشت سے اُنکی اولاد چیونٹیوں کے اجسام کی مثل نکالکر حضرت آدم علیہ السلام
کو جو دکھائی گئی اور اُنکو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا گیا جسکے جواب میں اُنہوں نے بَلٰی کہا جیسا کہ خدا تعالےٰ
فرماتا ہی وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ
قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ۔ پس ایک تو اسوقت ارواح کا تعلق اپنے اپنے اجسام سے ہوا پھر دوبارہ
جب وہی اجسام بسبیل نطفہ نسلاً بعد نسلٍ اپنے اپنے وقت مقررہ پر ظہور میں آتے گئے ارواح
کا ان سے تعلق ہوتا گیا اور یہاں مذہب جمہور کی اسلئے قید لگائی گئی کہ بعض محققین اس کے
خلاف پر ہیں چنانچہ زمخشری اور شیخ ابو منصور اور زجاج وغیرہ قولہ تعالیٰ واذ اخذ ربك
من بنی آدم من ظهورهم الآیہ کو باب تمثیل سے لیتے ہیں اور معنی اسکے یوں کرتے ہیں
کہ اولاد آدم کو اپنے باپوں کی پشت سے پیدا کیا اور اُنکے واسطے دلائل اپنی ربوبیت اور وحدانیت
پر قائم کیں اور اُنکو عقل جو ہدایت اور گمراہی میں تمیز کرنیوالی ہی دی پس گویا کہ اُنکو اپنے نفس پر
گواہ بنایا گیا اور اُنکو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا گیا اور گویا کہ اُنہوں نے اسکے جواب میں بلٰی انت ربنا
کہا اور اِنکی حجت یہہ ہی کہ من بنی آدم من ظهورهم خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی نہ کہ من ظهر آدم

نئے نفس کے فیضان کا محتاج نہو کیونکہ مثلاً اگر ایک حالت میں رحموں یعنی بچہ دانوں میں دو نطفہ قبول نفس کے مستعد ہوں تو واہب الصور یعنی جناب آلہی سے اُن کی طرف دو نفسوں کا فیضان ہوگا اور اُن دونوں نطفوں میں سے ہر ایک ایک نفس کے ساتھہ خاص ہوگا اور اسکا مختص ہونا اس میں نفس کے حلول ہونے کی جہت سے نہیں ہی اسلئے کہ نفس کا جسم میں عوارض کی طرح حلول ہی نہیں ہوتا بلکہ دونوں مستعد جسموں میں سے ایک جسم کا ایک نفس کے ساتھہ مختص ہونا اُس مناسبت کے سبب سے ہی جو اُنکے مابین اوصاف کی جہت سے ہی ایسا ہی دوسرے جسم کا دوسرے نفس کے ساتھہ مختص ہونا پس جب کہ دو نفس متناسبہ میں یہہ اختصاص ہوسکتا ہی تو نفس مفارقہ میں جو اوّل سے موجود تھا اور نئے نفس میں کیونکر نہیں ہوسکتا سو جب ایک جسم مستحق کو نفس مفارقہ کے ساتھہ زیادہ مناسبت ہوگی تو وہ جسم واہب الصور یعنی خدا تعالی سے نئے نفس کے فیضان کا محتاج ہی نہیں ہوگا جب وہ محتاج نہ ہوا تو اُسپر نئے نفس کا فیضان بھی نہیں ہوگا اس کلام کے لئے زیادہ تقریر ہی میں اس میں خوض نہیں کرتا کیونکہ مقصود اس بات کا بیان کرنا ہی کہ جو شخص حشر اجساد کا انکار کرتا ہی اُسکے لئے کوئی دلیل

تنبیہ: اور دوسرے یہہ کہ سوال و جواب تو ہم کو یاد ہی نہیں پھر اُسکے حجت ہونے کی کیا صورت جس کا جواب بعض مفسرین کی کلام سے یہہ نکلتا ہی کہ مخبر صادق کا اِس امر کو یاد دلانا خود اپنی یاد کے قائم مقام ہی جس سے اِس کا حجت ہونا ظاہر ہی لیکن یہہ جواب تکلف سے خالی نہیں۔ کما لایخفی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

نہیں جب اُسکے لئے کوئی دلیل نہ ہوئی تو موت کے بعد قبر اور قیامت میں ادراکات
حسیہ اور خیالیہ کا ہونا سمجھا گیا۔ اگر کوئی یہہ کہے کہ ہم میّت کو دیکھتے ہیں کہ اُسکو
نہ کچھہ حس ہوتی ہی نہ حرکت ہم کہتے ہیں کہ سکتہ والیکو بھی ہم ایسا ہی دیکھتے ہیں اور
ہو سکتا ہی کہ ادراک ایسی چھوٹی جزء کے ساتھہ قایم ہو کہ وہ جزء غیر متجزی ہونے
کے قریب ہو اور میّت کے دیکھنے والا اُسکو نہ دیکھے پس اُس میّت میں حرکت کے
نہ دیکھے جانیکا کچھہ اعتبار نہیں۔ **فصل** حدیث† شریف میں جو آیا ہی کہ ظالم
کی نیکییں مظلوم کے دفتر میں منتقل ہونگی اور مظلوم کی بُرائیں ظالم کے
دفتر میں سو بعض اوقات جو شخص جوہر نبوّت کے اسرار احادیث کو نہیں سمجھتا وہ
اسکو محال جانتا ہی اور کہتا ہی کہ نیکیاں اور بُرائیاں اعمال اور حرکات ہیں اور
اعمال و حرکات تو گذر چکے اور دور ہو گئے پھر معدوم کا اِنتقال کیونکر ہوگا بلکہ
اگر اعمال اور حرکات باقی بھی رہیں تو وہ عوارض ہیں پھر عوارض کا اِنتقال کیسے
ہوگا ہم کہتے ہیں کہ ظلم کے سبب نیکیوں اور بدیوں کا منتقل ہونا ظلم کرنیکے
وقت دُنیا میں ہی ہوتا ہی لیکن اِسکا انکشاف قیامت کو ہوگا پس اپنی طاعت
کو دوسرے کے دفتر میں اور دوسرے کی بدیوں کو اپنے دفتر میں دیکھیگا

† بخاری نے بروایت ابو ہریرہ قریب قریب اسکے ایک حدیث بیان کی ہی اسمیں
دفتر کا ذکر نہیں مضمون حدیث بخاری کا یہہ ہی کہ اگر ظالم کے اعمال صالح ہونگے بقدر
ظلم کے اُسکے عمل لیکر مظلوم کو دیئے جاوینگے اور اگر عمل صالح نہ ہوئے مظلوم کے گناہ
اُس سے اُٹھا کر ظالم پر رکھے جاوینگے اِس میں اعمال صالح یا گناہوں کے دیئے جانیسے اُنکے

جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آخرت میں
اِس طرح کے ہونے کی خبر دی حالانکہ دُنیا میں بھی تو ایسا ہی ہی کچھہ اِسکا آخرت
میں تجدد نہیں ہوگا لیکن سب خلقت کو اِسکا انکشاف قیامت میں ہی ہوگا
اور جس چیز کو انسان نہیں جانتا وہ چیز اُسکے لئے موجود نہیں ہوتی اگرچہ وہ
چیز واقع میں موجود ہو جب اُسکو جان لیتا ہی تو اُسوقت اُسکے لئے موجود
ہو جاتی ہی پس گویا ابھی اُسکے حق میں موجود ہوئی اور اِس حالت میں اُسکے
نئے ہونیکا اِعتقاد کرتا ہی چنانچہ تجدّد وجود کا وہم کرتا ہی پس جو شخص کہتا ہی کہ
معدوم کِس طرح اِنتقال کریگا اِس تقریر سے اُسکا قول ساقط ہوگیا اور یہہ بھی
جواب ہی کہ طاعت کے منتقل ہونے سے اُسکے ثواب کا اِنتقال مراد ہی نہ خود
طاعت کا منتقل ہونا لیکن جب کہ طاعت سے مقصود ثواب ہوتا ہی اِسکے مقصود
کے نقل کرنے کو نقل طاعت کے ساتھہ تعبیر کیا گیا اور یہہ بات مجاز اور استعارہ
میں شایع ہی اگر یہہ کہا جاوے کہ طاعت کا ثواب یا تو عرض ہوگا یا جوہر اگر
عرض ہی تو اُسکے اِنتقال میں اشکال باقی ہی اگر جوہر ہی تو وہ جوہر کیا ہی میں کہتا
ہوں کہ ثواب طاعت سے اثر طاعت مراد ہی کہ دِل کو نورانی کرتا ہی اور گُناہ
سے اُسکی تاثیر مراد ہی کہ دِل کو سخت اور سیاہ کرتی ہی انوار طاعت سے تو بندہ
قبول معرفت اور مشاہدہ† حضرت ربوبیت کا مستعد ہوتا ہی اور سخت اور سیاہ

کس کا راج ہی آج اُس دن اللہ کا ہی جو اکیلا ہی دباؤ والا ۱۲

† مشاہدہ کا درجہ بعد طی کرنے منازل سلوک کے حاصل ہوتا ہی جن میں سے اوّل منزل توبہ ہی

دِل میں مشاہدہ جمال الٰہی سے دوری اور حجاب کا مستعد ہوتا ہی سو طاعات دِل کے نور اور صفائی کے وسیلہ سے لذّت مشاہدہ کو پیدا کرتی ہیں اور گناہ دِل کی ظلمت اور سختی کی جہت سے حجاب کو پیدا کرتے ہیں اب نیکیوں اور بدیوں کے اثروں میں تعاقب اور تضاد ٹھہرا اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ اور رسول مقبول صلعم فرماتے ہیں اَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اور تکلیفیں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَنَّ الرَّجُلَ یُثَابُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَتَّی الشَّوْکَةِ تُصِیْبُ رِجْلَهٗ اور رسول مقبول صلعم نے یہہ بھی فرمایا ہی کفّارات لاهلها یعنی تکلیفیں موجب کفارہ ہیں تکلیف زدوں کے لئے سو ظالم ظلم کے سبب خواہش نفسانی کا اتباع کرتا ہی اُس سے اُس کا دِل سخت اور سیاہ ہوجاتا ہی اور طاعت کی جہت سے جو اُس کے دِل میں اثر نور کا تھا دور ہوجاتا ہی پس گویا کہ اُس کی طاعت ہی چھینی گئی اور مظلوم تکلیف پاتا ہی اور خواہش نفسانی اُس کی دور ہوجاتی ہی

حاشیہ:

دوسری تزکیہ و تصفیہ نفس صفات ذمیمہ کے دور کرنے اور صفات حمیدہ کے حاصل کرنیسے بعد ازاں دوام ذکر لسانی و قلبی و روحی وسری یعنی ناسوتی و ملکوتی و جبروتی و لاہوتی اِن منازل کے طی کرنیکے بعد سالک کو مشاہدہ حضرت ربوبیت کا ہوتا ہی اللھم ارزقناہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان یعنی اخلاص کے بیان میں جو فرمایا ہی کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہی اِسمیں حالت اوّل کو صوفی مشاہدہ کہتے ہیں دوسری حالت کو حضور قلبی سے نامزد کرتے ہیں ۱۲- ابو الحسن مفتی شاہ دین سلّمہ ربہٗ +

اِس سبب سے اُس کا دِل† روشن ہو جاتا ہی اور سیاہی اور سختی دِل کی جو اسکو نفسانی خواہشوں کے اتباع سے حاصل تھی دور ہو جاتی ہی اب گویا کہ نور ظالم کے دِل سے مظلوم کے دِل کی طرف منتقل ہوا اور سیاہی نے مظلوم کے دِل سے ظالم کے دِل کی طرف اِنتقال کیا نیکیوں اور بدیوں کے اِنتقال سے یہی مراد ہی اگر کہا جاوے کہ یہہ تو اِنتقال حقیقی نہیں بلکہ اِس کا حاصل یہہ ٹھہرا کہ ظالم کے دِل سے نور باطل ہو گیا اور مظلوم کے دِل میں اور نیا نور پیدا ہوا اور مظلوم کے دِل سے تاریکی دور ہو گئی اور ظالم کے دِل میں ایک نئی تاریکی پیدا ہو گئی یہہ اِنتقال حقیقی نہیں ہم کہتے ہیں کہ لفظ اِنتقل کبھی اِس قسم پر بھی بطور مجاز اور اِستعارہ کے بولا جاتا ہی جیسا کہ کہا جاتا ہی اِنْتَقَلَ الظِّلُّ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰی مَوْضِعٍ یعنی سایہ نے ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف اِنتقال کیا اور یہہ بھی بولا جاتا ہی اِنْتَقَلَ نُوْرُ الشَّمْسِ وَالسِّرَاجِ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی الْحَائِطِ وَمِنَ الْحَائِطِ اِلَی الْاَرْضِ یعنی آفتاب اور چراغ کی روشنی زمین سے دیوار

† یہاں دل سے مراد لطیفہ قلب یعنی روح ہی نہ کہ مضغہ صنوبری کیونکہ نیکی یا گناہ کے کرنے سے قلب لحمی روشن یا سیاہ نہیں ہوتا بلکہ لطیفہ قلب ہوتا ہی اور عرف اہل شرع میں حقیقتاً قلب اِسی کو کہتے ہیں اِسکا تعلق قلب جسمانی سے جسکو باعتبار لغت کے قلب کہا جاتا ہی ایسا ہی جیسا کہ قوت بینائی کا تعلق چشم ظاہری سے جن لوگوں کو علم شریعت یعنی علم تکلیفات شرعیہ علم طریقت یعنی معرفت معاملات قلوب علم حقیقت یعنی دریافت مکاشفات ارواح حاصل ہی وہ قلب حقیقی کی حقیقت اور نیکی اور گناہ سے اُسکے مصفّا اور مکدّر ہونے کو خوب پہچانتے ہیں ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ

کی طرف اور دیوار سے زمین کی طرف منتقل ہوئی اور (مثلا) جب حرارت موسم گرما
میں زمین پر غالب ہوتی ہی تو طبعی یوں بولتا ہی اِنْهَزَمَتِ الْبُرُوْدَةُ اِلٰی بَاطِنِهَا
اور انہزام انتقال ہی کو کہتے ہیں اور جیسا کہ بولتے ہیں نقلت وَلَایَتُ الْقَضَآءِ
وَالْخِلَافَةِ مِنْ فُلَانٍ اِلٰی فُلَانٍ یعنی قضا اور خلافت کی ولایت فلانے سے
فلانے کی طرف منتقل ہوئی اِن سب قسموں کو نقل ہی کہتے ہیں پس نقل حقیقی
تو یہہ ہی کہ جو چیز محل ثانی میں حاصل ہوئی ہی بعینہ وہی چیز ہو جو محل اوّل سے
نکلی ہی اگر وہ چیز اُس کے ہم مثل ہوا اور بعینہ وہ نہ ہو تو اِس قسم کو مجازاً نقل
کہتے ہیں نقل طاعت سے بھی اِس قسم کی نقل مراد ہی اور نقل طاعت میں
اِتنی ہی بات ہی کہ طاعت سے کنایۃً ثواب مُراد ہی جیسا کہ سبب سے کنایۃً
مسبب مُراد ہوتا ہی اور ایک وصف کا ایک محل میں ثابت ہونا اور اُس وصف
کے ہم مثل کا دوسرے محل میں باطل ہونے کا نام نقل رکھا گیا یہہ سب بول
چال میں مشہور ہی اگر اِس میں شرع وارد نہ ہوتی تو بھی اِسکے معنی دلیل کے ساتھ
معلوم ہیں جب کہ شرع میں بھی اِس کا ثبوت ہو گیا پھر کیونکر نہ ثابت ہو **فصل**
خواب میں حق سبحانہ تعالیٰ کے دیدار کا تو نے سوال کیا جس میں لوگ مختلف
ہو رہے ہیں پس جان لے کہ جب اِس مسئلہ کی حقیقت کا اِنکشاف ہو جاوے تو
کچھہ خلاف اِس میں متصور نہیں ہوتا حق تو یہہ ہی کہ ہم بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
خواب میں دیکھا جاتا ہی جیسا کہ بولتے ہیں کہ رسول صلعم کا خواب میں دیدار

ہوتا ہی اب خواب† میں رسول صلعم کے دیدار کے کیا معنی سمجھے جائیں شاید جس عالم کی طبیعت عام لوگوں کی طبیعت سے قریب ہی وہ یہہ سمجھے کہ جس شخص نے رسول مقبول صلعم کو خواب میں دیکھا اُسنے حضرت کا جسم مبارک ہی دیکھا جو مدینہ منورہ کے روضۂ مقدس میں رکھا گیا ہی کہ قبر کو شق کر کے حضرت ایک مکان کی طرف تشریف لائے سوا ایسے عالم سے بڑھکر جاہل کونسا ہوگا کیونکہ کبھی خواب میں ایک شی ایک رات میں ایک ہی حالت میں ہزار جگہ دیکھی جاتی ہی ع۵ پھر کب ہوسکتا ہی کہ ایک شخص ایک ہی حالت میں ہزار جگہ میں مختلف صورتوں کے ساتھہ یعنی بوڑھا اور جوان اور دراز قد اور کوتاہ قد تندرست اور بیمار ہو اور ان تمام صورتوں میں دیکھا جاے جس شخص کی حماقت اِس حد تک پہنچ گئی وہ تو عقل سے خارج ہی اور مخاطب ہونیکے لائق نہیں اب شاید وہ یہہ کہے کہ

ن خدا تعالیٰ [illegible]

ع۵ [illegible] ۱۲

† خواب میں آنحضرت صلعم کے دیدار کی کیفیت ور حدیث من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی کے معنی میں بعض علما کا اختلاف نووی وغیرہ نے لکھا ہی کہ بعض فقد رأنی کے یہہ معنی لیتے ہیں کہ رویاہ صحیحہ یعنی خواب اُسکی صحیح ہی اضغاث احلام یعنی خوابہاے تسویدہ و تسویلات شیطان سے نہیں بعضوں نے یہہ کہا ہی کہ فقد رأنی یعنی فقد ادرکنی اور ادراک کے لئے قرب مسافت اور جسکو دیکھا جائے اُسکا زیر زمین یا بالاے زمین ہونا شرط نہیں بلکہ موجود ہونا شرط ہی اور جسم آنحضرت صلعم کا تو موجود ہی ہی پس اُسی کی رویت خواب میں ہوتی ہی اور بعضوں نے کہا ہی صورت مخصوصہ پر اگر ہوئی تو رویا حقیقۃً ہی ورنہ رویا تاویل اور بعضوں نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار خواہ صورت مخصوصہ پر ہو یا غیر مخصوصہ پر آنحضرت صلعم کی رویت حقیقۃً ہی ہی کیونکہ وہ صورت آنحضرت صلعم کی روح مقدس کی مثال ہی صحیح قول یہی ہی کما لا یخفی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ †

جو شخص حضرت صلعم کو خواب میں دیکھتا ہی وہ آپ کی مثال کو دیکھتا ہی جسم
مبارک کو نہیں دیکھتا اب وہ یا تو مثال جسم علیہ السلام کی کہیگا یا مثال روح کی جو
صورت اور شکل سے پاک ہی اگر مثال جسم کی کہے جو گوشت اور ہڈی اور خون ہی
ہم کہتے ہیں جسم تو بذات خود محسوس ہی اسکے تمثیل کی کیا حاجت پھر جس نے موت
کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسم مبارک کی مثال کو دیکھا اور روح کو نہ دیکھا اُسنے
تو نبی علیہ السلام کو نہ دیکھا بلکہ جسم کو دیکھا جو نبی علیہ السلام کے حرکت دینے کے
ساتھ متحرک تھا کیونکہ نبی روح سے مُراد ہی نہ کہ ہڈیوں اور گوشت سے پس کیونکر
جسم کی مثال دیکھنے سے رسول مقبول صلعم کے دیکھنے والا ہو گا بلکہ حق تو یہہ ہی
کہ وہ رسول مقبول صلعم کی روح مقدّس کی مثال ہی جو محل نبوّت ہی اور جو اُس نے
شکل دیکھی ہی وہ حقیقت میں روح کی مثال ہی وہ حضرت نبی علیہ السلام کی روح
اور اُسکا جوہر ہی جسم نہیں ہی اگر کہا جاوے کہ حضرت علیہ السلام کے اِس قول کے
کیا معنی ہوئے جو حضرت صلعم فرماتے ہیں مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي تو
اِس کا جواب یہہ ہی کہ حضرت صلعم کی اِس حدیث سے یہی مُراد ہی کہ جو اُس نے دیکھا
وہ مثال ہی کہ معرفت حق کے لئے میرے اور دیکھنے والے میں واسطہ ہو گئی پس
اب جیسا کہ جوہر نبوّت یعنی روح مقدّس حضرت کی جو بعد مفارقت حضرت کے باقی
ہی رنگ اور شکل اور صورت سے پاک ہی لیکن مثال مطابق† کے واسطہ سے اُمّت کو

† مثال مطابق کے کہنے سے مثال کاذب (یعنی غیر مطابق) سے احتراز ہو گیا کیونکہ مثال کاذب نفس الامر میں نبی علیہ السلام کی مثال نہیں پس اِس مثال کے دیکھنے پر جزا مذکور مرتب نہیں ہوتی ۱۲ منہ

اُس روح کی معرفت حاصل ہو جاتی ہی اور وہ مثال ایک شکل ہوتی ہی جو اُسکے لئے
رنگت اور صورت ہوتی ہی اگرچہ جوہر نبوّت یعنی روح شکل اور صورت اور رنگت سے
منزّہ ہی۔ اب ایسا ہی ذات باری تعالیٰ شکل† اور صورت سے پاک ہی لیکن بندہ
کو جو اُس کی معرفت حاصل ہوتی ہی تو مثال محسوسہ کیواسطہ سے ہوتی ہی وہ مثال
محسوسہ خواہ قسم نور سے ہو یا اسکے سوا کوئی اور قسم صورتوں جمیلہ میں سے ہو جو اُس
جمال حقیقی مقبول کی مثال بن سکتی ہو جس کی کچھ صورت اور رنگت نہیں سو
یہہ مثال صادق معرفت کے لئے واسطہ ہو۔ اب جو دیکھنے والا کہے کہ میں نے
اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اُسکے یہہ معنی نہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات
اور روح اور جسم کو دیکھا بلکہ اُسکے یہہ معنی ہیں کہ میں نے اُسکی مثال دیکھی اگر
کہا جاوے کہ نبی علیہ السلام کے لئے تو مثال ہی اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو
کوئی مثل نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہہ تو مثل اور مثال میں فرق نہ سمجھنے کی بات ہی۔
مثل تو وہ ہی کہ تمام صفتوں میں مساوی ہو اور مثال میں تمام صفات میں مساوات

---

† ذات باری کی شکل و صورت سے پاک ہی کیونکہ شکل و صورت خواص اجسام سے ہی جو بواسطہ کمیات و
کیفیات و احاطہ حدود و نہایات کے حاصل ہوتی ہی اور باری تعالیٰ تو جسمیت سے مُبرّا ہی اسلئے
کہ جسم مرکب ہوتا ہی اجزا سے اور ہر مرکب وجود میں محتاج ہوتا ہی اپنے اجزا کیطرف اور خدا تعالےٰ
واجب الوجود ہی اور احتیاج منافی وجوب کے ہی جب جسمیت سے پاک ہوا تو خواص جسمیت یعنی شکل و صورت
سے بھی پاک ہوا پس خواب میں دیدار باری تعالیٰ کا کسی صورت میں ہونا جیسا کہ نور وغیرہ صور جمیلہ
میں اسکو تجلّی مثالی پر حمل کیا جائیگا کیونکہ تجلّی حقیقی پر اس کا محمول کرنا محال ضروری ہی ۱۲
ابو الحسن مفتی شاہ دین سلّمہ ربّہٗ ✦

کی حاجت نہیں کیونکہ عقل ایسی شی ہے کہ کوئی اور شی حقیقت میں اُسکے ہم مثل نہیں
ہی اور ہم کو جائز ہی کہ عقل کی مثال آفتاب بیان کریں اسواسطے کہ عقل اور آفتاب میں ایک
امر کی مناسبت ہی وہ یہہ ہی کہ نور آفتاب سے محسوسات† کا انکشاف ہو جاتا ہی جیسا
کہ نور عقل‡ سے معقولات کا سو اسی قدر مناسبت مثال کے لئے کافی ہی بلکہ سلطان
کی مثال شمس ہی اور وزیر کی مثال قمر سلطان اپنی صورت اور معنی میں آفتاب کے
مماثل نہیں اور نہ وزیر چاند کے ہم مثل ہی مگر یہہ بات ہی کہ سلطان کو سب پر غلبہ ہوتا
ہی اور سب کو اُس کا اثر پہنچتا ہی اسی قدر میں آفتاب کو اُس سے مناسبت ہی اور چاند
اثر نور کے فیضان کے لئے آفتاب اور زمین کے درمیان واسطہ ہی جیساکہ نور عدل
کے فیضان کے لئے وزیر بادشاہ اور رعیت کے درمیان واسطہ ہوتا ہی یہہ مثال
ہوئی نہ کہ مثل اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ
كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ
دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ
زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ اب خدا تعالیٰ کے نو

† محسوسات کے انکشاف کو علم حسی سے تعبیر کیا کرتے ہیں اکثر شعور کا اطلاق بھی اسی پر آتا ہی اسی لئے حواس کو مشاعر کہا جاتا ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

‡ عقل صفت علمی کو بھی کہتے ہیں کما مر اور ایک قوت کو بھی کہتے ہیں جو قلب حقیقی انسان میں بمنزلہ نور کے ہی جسکے باعث علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صناعات فکری کے سوچنے کی اُس کو استعداد ہوتی ہی اسکی مثال نور آفتاب کے ساتھہ بیان کیجاتی ہی کیونکہ نور عقل معقولات کے ادراک کا ذریعہ ہی جیساکہ نور آفتاب محسوسات کے انکشاف کا وسیلہ ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +

اور شبیہہ اور رطاق اور درخت اور روغن میں کونسی مماثلت ہی یہہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا الی آخرہ اِس آیت میں قرآن شریف کی تمثیل بیان کی قرآن تو صفت قایم ہی جس کی کوئی مثل نہیں پھر پانی اُس کی کیوں مثل ہو گیا اور اکثر خوابیں حضرت علیہ السلام کو دکھائی گئیں جیسا کہ دودھ اور حبل یعنی رسے کو دیکھا اور فرمایا کہ دودھ اسلام ہی اور حبل قرآن شریف اور بہت مثالیں ہیں جن کا کچھہ شمار نہیں اب دودھ اور اسلام میں کچھہ مماثلت نہیں اور نہ حبل اور قرآن شریف میں لیکن اُنکے درمیان مناسبت ہی اور وہ یہہ ہی کہ حبل یعنی رسی کے ساتھہ تو نجات دنیاوی کے لئے چنگل مارا جاتا ہی اور قرآن شریف کے ساتھہ نجات آخرت کے لئے اور دودھ غذا ہی جس سے ظاہری زندگانی ہی اور اسلام وہ غذا ہی جس سے حیات باطنی ہی یہہ تمام مثالیں ہیں مثلیں نہیں بلکہ اِن چیزوں کے لئے تو کوئی مثل ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی بھی کوئی مثل نہیں لیکن اُسکے لئے مثالیں ہیں جو بسبب مناسبات عقلیہ کے اللہ تعالیٰ کی صفات سے خبر دیتی ہیں کیونکہ جس وقت ہم مرید کو سمجھائینگے کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کو کس طرح پیدا کرتا ہی اور کس طرح اُنکو جانتا ہی اور کس طرح اُنکی تدبیر کرتا ہی اور کس طرح کلام کرتا ہی اور کس طرح کلام بذاتہ قایم ہوتی ہی ان سب کی مثال اِنسان کے ساتھہ ہی بیان کرینگے

(حاشیہ) اُتارا آسمان سے پانی پھر بہہ نالے اپنے اپنے موافق پھر اوپر لایا وہ نالہ جھاگ پھولا ہوا ۱۲

× بخاری نے بروایت ابن عمرؓ آنحضرت صلعم کے خوابمیں دودھ کے دیکھنے کی حدیث بیان کی ہی اور اس میں تعبیر دودھ کی علم کے ساتھہ ہی علم اور دودھ میں بھی یہی مناسبت ہی کہ دودھ غذا ہے حیات ظاہری ہی اور علم غذا ہے حیات قلوب ۱۲

اگر اِنسان اپنے نفس میں اِن صفتوں کو نہ سمجھتا تو اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی اِن کی مثال اُس کی سمجھہ میں نہ آتی مثال اللہ تعالیٰ کے حق میں حق ہی اور مثل باطل اگر کہا جاوے کہ اِس تحقیق سے تو اللہ تعالیٰ کا دیدار خواب میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ رسول مقبول صلعم کا بھی خواب میں نہ دیکھا جانا ثابت ہوا کیونکہ جو دیکھا گیا ہی وہ تو مثال ہی اُس کا عین نہیں پس رسول صلعم کے قول مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ میں ایک طرح کا مجاز ہوا معنی اسکے یہہ ٹھہرے کہ جس نے میری مثال کو دیکھا گویا اُسنے مجھہ کو دیکھا اور جو اُسنے مثال سے سُنا گویا اُسنے مجھہ سے سُنا ہم کہتے ہیں کہ جو شخص کہتا ہی رَاَیْتُ اللّٰہَ فِی الْمَنَامِ اُس کی یہی مراد ہوتی ہی اور یہہ مراد نہیں ہوتی کہ اُسنے اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا جب کہ اس بات پر اتفاق ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور نبی علیہ السلام کی ذات نہیں دیکھی جاتی اور اِن مثالوں کا دیکھا جانا جایز ہی جن کو سونیوالا خدا تعالیٰ کی ذات اور نبی علیہ السلام کی ذات اعتقاد کرتا ہی اب اِسکا اِنکار کیونکر ہو سکے باوجودیکہ خوابوں میں اِس کا وجود ہی جس شخص نے اِس مثال کو خود نہ دیکھا ہوگا اُسکو اُن لوگوں سے خبر متواتر ہی پہنچی ہوگی جنہوں نے اِن مثالوں کو دیکھا ہی اور مثال معتقدہ کبھی تو سچی ہوتی ہی اور کبھی جھوٹی اور سچی مثال کو تو اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے اور نبی علیہ السلام کے مابین بعض امور کے معلوم کرنے کے لیئے واسطہ بنا دیا ہی اور اللہ تعالیٰ قادر ہی کہ ایسا ہی

واسطہ اپنے اور بندہ کے درمیان خیر کے فیضان اور ایصال حق کے لئے
پیدا کرے سو یہہ واسطہ پیدا کرنا تو موجود ہی ہی اسکے امکان کا کس طرح انکار ہو
اگر کہا جاوے کہ اس مجازی اطلاق کا رسول مقبولؐ کے حق میں تو اذن† ہو گیا
ہی اللہ تعالیٰ کے حق میں تو وہی اطلاقات جائز ہیں جن کا اذن ہو ہم کہتے ہیں
کہ اسکے اطلاق کا بھی اذن وارد ہو گیا ہی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ أَحْسَنِ صُوْرَةٍ[ح ۱] یہہ قول حضرتؐ کا ان اخبار میں سے ہی جو اللہ تعالیٰ
کے لئے اثبات صورت میں وارد ہیں کقولہ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ
اور اسی طرح اس سے صورت ذات کی مراد نہیں ہی کیونکہ ذات کے لئے تو صورت
ہی نہیں مگر باعتبار اس تجلّی کے جو مثال کے ساتھہ ہی جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
دحیہ کلبی کی صورت اور دیگر صورتوں میں ظاہر ہوئے یہاں تک کہ رسول مقبولؐ
نے حضرت جبرئیلؑ کو کئی دفعہ دیکھا حالانکہ صورت حقیقی میں دو‡ دفعہ ہی دیکھا
ہی اور جبرئیلؑ کا دحیہ* کلبی کی صورت میں متمثل ہونا اس اعتبار سے نہیں ہی کہ

ح ۱ میں نے اپنے رب کو بہت اچھی صورت میں دیکھا ۱۲ دارمی بروایت عبد الرحمن بن عایش بزیادت در آخر ۱۲

† اس اذن پر وہی حدیث دلیل ہی جو اوّل گذری یعنی قول علیہ السلام مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ
‡ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلعم نے صورت حقیقی میں دو دفعہ دیکھا ایک دفعہ کوہ حرا
پر دوسری دفعہ معراج کی رات میں چنانچہ بخاری و مسلم نے بروایت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا بیان کیا ہی ۱۲ مفتی شاہ دین سلمہ ربہ +
* حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دحیہ کلبی کی صورت میں متمثل ہو کر آنے کی حدیث
بخاری و مسلم نے بیان کی ہی بروایت اسامہ بن زید +

جبرئیلؑ کی ذات دحیہ کلبی کی ذات کے ساتھہ منقلب ہوگئی بلکہ اِس اعتبار سے ہی کہ رسول مقبول علیہ السلام کو وہ صورت ایک مثال ظاہر ہوئی جو جبرئیل کی طرف سے پیغام الٰہی کو ادا کرتی تھی ایسا ہی قولہ تعالیٰ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (یعنی پھر بن آیا جبرئیل† مریم کے آگے آدمی پورا) پس جب کہ یہہ متمثل ہونا جبرئیلؑ کی ذات میں استحالہ اور انقلاب نہ ہوا بلکہ جبرئیلؑ اپنی صفت اور حقیقت پر ہی رہے اگرچہ نبی علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی صورت میں ظاہر ہوئے ایسا ہی یہہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال نہیں خواہ بیداری میں ہو خواہ خواب میں اب اطلاق صورت کا جائز ہونا خبر کی جہت سے ثابت ہوا اور سلف سے بھی باریتعالیٰ پر صورت کا اطلاق ثابت ہونا ہی اِس میں بہت سے اخبار اور آثار منقول ہیں اگر اخبار و آثار سلف سے اِسکا بولنا ثابت نہ ہوتا تب بھی ہم کہتے کہ جو لفظ اللہ تعالیٰ کے حق میں صادق ہو اور سُننے والے کے نزدیک خطا کا وہم نہ ڈالے بلا تحریم اور منع اُس کا باریتعالیٰ پر بولنا جایز ہی اور دیدار الٰہی کے لفظ سے بھی بسبب کثرت

† حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضرت بی بی مریم کے پاس آدمی کی شکل میں آنا اسوجہ سے تھا کہ حضرت بی بی مریم کو کلام کے سُننے میں اُن سے انست ہو مریم کے معنی لغت عبرانی میں خادم کے ہیں چونکہ آپ کی والدہ نے اِنکو بیت المقدس کی خدمت کے لئے نذر کیا تھا اسلئے اِنکا نام مریم ہوا۔ جبرئیل کے لفظی معنی عبداللہ کے ہیں کیونکہ جبر بمعنی بندہ بے اختیار اور ایل بمعنی اللہ ہی چنانچہ تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ و عکرمہؓ و علقمہؓ سے مروی ہی حضرت جبرئیلؑ کو روح القدس بھی کہتے ہیں چنانچہ ایک حدیث صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین ۔

اِستعمال زبانوں کے نزدیک دیدار ذات کا وہم نہیں پڑتا اگر ایسا شخص فرض
کیا جاوے جو اُسکے نزدیک اِس قول سے حق کے برخلاف وہم پڑے تو اُسکے
ساتھہ یہہ قول بولنا لائق ہی نہیں ہی بلکہ اُسکے لئے اسکے معنی کی تفسیر کیجاویگی
جیساکہ ہم کو جائز نہیں ہی کہ بولیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں اور اُس کا
ملنا چاہتے ہیں کیونکہ اِن اطلاقات سے کئی لوگوں کو خیالات فاسدہ سمجھہ میں آتے
ہیں اور اکثر لوگ اِن اطلاقات سے وہی معنی سمجھتے ہیں جو ہم نے ذکر کئے
ہیں اور اُنکو کچھہ خیال فاسد نہیں ہوتا سو اِن اطلاقات میں مخاطب کے حال کی رعایت
کیجاویگی جہاں مبہم نہ ہو وہاں بغیر کشف اور تفسیر کے بولنا جائز ہی اور جہاں مبہم ہو
وہاں تفصیل اور کشف ضروری ہی فی الجملہ اِس بات پر اتفاق ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ
کی ذات نہیں دیکھی جاتی اور جو دیکھی جاتی ہی اُس کی مثال ہی اور اِس بات میں اختلاف
ٹھہرا کہ بولنا لفظ دیدار کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر جائز ہی یا نہیں۔ اب جو شخص
گمان کرتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں مثال کا ہونا محال ہی سو یہہ گمان اُسکا خطا ہی
بلکہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُسکی صفات کے لئے مثال بیان کرتے ہیں اور اُس کی ذات
کو مثل سے پاک اور منزہ جانتے ہیں نہ کہ مثال سے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ
وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

بالخیر تمت

تذکرہ

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۰ھ ہجری میں
بمقام طوس پیدا ہوئے وطن شریف آپ کا غزالہ ہے طوس کے دیہات میں سے تحصیل علوم آپ نے
ابو حامد اسفرائی اور ابو محمد جوینی سے کی ابتدا میں آپ طوس میں رہے پھر بغرض تکمیل علوم بمقام
نیشاپور امام الحرمین ابو المعالی کے پاس تشریف لے گئے اصول و فروع مذہب امام شافعی رض
کے آپ ماہر تھے آپ کی تصنیفات کا مجموعہ چار سو جلدیں ہیں احیاء العلوم آپ نے ایکہزار چھبیس
دن میں تالیف کی حل مسائل غامضہ کی تصنیف بعد احیاء العلوم کے ثابت ہوتی ہے تفسیر یاقوت التاویل
آپ کی چالیس جلدوں میں ہے کیمیائے سعادت اور بسیط اور وسیط اور وجیز اور خلاصہ اور مستصفی
اور تہافۃ الفلاسفہ اور محک النظر اور معیار العلم اور مقاصد اور مضنون بہ علی غیر اہلہ اور جواہر القرآن
اور المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ اور مشکوٰۃ الانوار وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات میں سے ہیں کتاب
منحول جب آپ تصنیف کرکے اپنے اُستاد امام الحرمین کی خدمت میں لے گئے تو اُنہوں نے فرمایا
تم نے مجھ کو زندہ ہی دفن کردیا یعنی تمہاری تصنیفات کے سامنے میری تصنیفات کی قدر
جاتی رہی جب نظام الملک امیر بغداد کی طرف سے مدرسہ نظامیہ واقعہ بغداد کا منصب درس و تدریس
آپ کے تفویض ہوا وہاں عرصہ تک آپ نے درس دیا آپ کا درس ایسا مقبول عام ہوا کہ جب مدرسے
سے مکان کو آتے تو پانسو فقیہہ دہنے بائیں پس و پیش آپ کے گرد ہوتے پھر آپ نے زہد اختیار
کیا اور درس وغیرہ کو ترک کرکے قصد حج استوار کیا حج بیت اللہ سے کامیاب ہو کر ملک شام میں مراجعت فرمائی
ایک عرصہ تک وہاں ریاضتیں کیں بعد ازاں بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے وہاں سے مصر میں
گئے کچھ مدت اسکندریہ میں رہے پھر جانب شام معاودت کی کچھ عرصہ کے بعد اپنے وطن مالوف طوس میں
تشریف لے گئے اور آخر عمر تک اسی جگہ مقام فرمایا ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ بنوا کر اپنی اوقات کو تعلیم و دیگر امور خیر میں
تقسیم کیا یہاں تک کہ دوشنبہ کے روز چودھویں جمادی الثانی ۵۰۵ھ ہجری میں پچپن برس کی عمر میں راہی علیین ہوئے

ادخلہ اللہ فی جنۃ النعیم

تذکرہ

جامع العلوم جناب مفتی محمد شاہ دین صاحب حضرت شیخ خواجہ محمد رحمٰن صاحب قدس سرہٗ
کی اولاد میں چوبیس پشت پر قصبہ چک مغلانی ضلع جالندھر کے شیخ زادوں میں سے ایک مشہور و معروف
فاضل ہیں آپ نے ۱۲۹۳ھ ہجری میں بعمر ۲۳ سال تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی اول اپنے
وطن میں چند علوم و فنون حاصل کئے۔ پھر ہندوستان میں جاکر بمدرسہ عربیہ سہارنپور حضرت مولنا مولوی
محمد مظہر صاحب مرحوم کے زمانہ میں متعدد علوم خصوصاً دینیات کی تعلیم پائی بعدزاں جامع کمالات
علیہ حضرت مولنا مولوی محمد لطف اللہ صاحب سلمہ کی خدمت میں بمدرسہ علیگڑھ مشرف ہوکر باقی علوم
معقول و منقول کی تحصیل و تکمیل کی بتیس علوم و فنون اور بیالیس کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کی
سند آپ کو متعدد اساتذہ سے حاصل ہے ذالک من فضل اللہ فارغ التحصیل ہونیکے بعد کچھ مدت آپ مدرسہ عربیہ
الور میں مدرس اول رہے بعدزاں اپنے وطن پنجاب میں آکر لودیانہ میں سلسلہ تدریس کا جاری کیا ۱۲۹۶ھ ہجری میں
آپ سکول میں ملازم ہوگئے مگر بوقت فرصت طلبا ء علوم عربیہ تفسیر حدیث فقہ اصول حدیث اصول فقہ فرائض
کلام مناظرہ۔صرف نحو۔معانی۔بیان۔بدیع۔تصوف۔ادب۔عروض و قافیہ۔طب۔منطق۔الٰہیات۔طبعیات
حساب۔مساحت۔جبر و مقابلہ۔ہندسہ۔مناظر۔اکر۔ہیأت۔اصطرلاب وغیرہ میں فیضیاب ہوتے رہے چنانچہ اکثر
فارغ التحصیل ہوئے۔ابتدا میں آپ کو تدریس معقول کا بہت شوق تھا مگر جب سے آپ نے عالم ربانی حضرت مولنا
مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سے بیعت کی آپ کی طبیعت تدریس علوم دینیہ کیطرف زیادہ راغب ہوئی
۱۳۰۶ھ ہجری میں رؤسا شہر لودیانہ نے دستاربندی کا ایک جلسہ منعقد کر کے آپ کو خطیب و مفتی شہر مقرر کیا۔
اسی تعلق کے سبب شہر میں ایک مدرسہ عربیہ قایم ہوا جس میں آپ کا درس و تدریس جاری ہے اس رسالہ کے ترجمہ
و تحشی کے علاوہ اور چند رسالے بھی آپ کی تصنیفات سے ہیں۔چنانچہ عروض کامل حرمت المتعہ
خلافت صدیقی۔شرائط الجمعہ جو کسی موقعہ پر انشا اللہ العزیز مطبوع ہوکر شایع ہونگے ۔

الحمد للہ اولاً و آخراً

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱	فرمایا	بعد تسمیہ وتحمید کے فرمایا
"	۶	مِنْ رُوْحِی	مِنْ رُّوْحِیْ
۲۸	۱۸	حیات اور سانس	رنگ و باعث جرم وعقوبتہ وغیرہ
۳۰	۱۹	خَلِقْتُم	خُلِقْتُم
"	۲۱	جزاین نیست	البتہ تم
۳۴	۵	فَبِہَا	فِیْہَا
"	حاشیہ	نَرِكَ	نُرِكَ
۴۸	۱۷	تَمِيلُو	تَمِيْلُوْا
۵۹	۱۲	بَلِيْكٍ	مَلِيْكٍ
۶۰	۱۲	موجب	جو موجب
۶۳	۹	بغض	بعض
[illegible]	۱۱	وَالسِّرَاجِ	وَالسِّرَاجِ
[illegible]	۱	زبانوں	زبانوں کے اکثر

اشتہار

ترجمہ اردو رسالہ اللمعہ فی الاجوبۃ السبعہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مطبع ہذا میں ایک اور نادر رسالہ مندرجہ عنوان زیر طبع ہی یہہ رسالہ حضرت عالم ربانی محبوب سبحانی زبدۃ المحدثین عمدۃ المجددین حافظ العصر علامۃ الدہر حضرت مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تصنیف کا اردو ترجمہ ہی۔ اس رسالے میں حضرت مصنف قدس سرہ نے سات ایسے ضروری سوالوں کے جواب مختلف احادیث صحیحہ سے دیے ہیں جن کا ہر دیندار مسلمان کو ہر وقت اتفاق پڑتا ہی بلکہ مسلمانوں کو ان مسائل کی تحقیق و تدقیق میں اکثر سرگرداں دیکھا گیا ہی۔ مگر آجتک علمار نے ان دقیق مسائل کو ایسی وضاحت سے حل نہیں کیا وہ سات سوال یہہ ہیں۔ **اوّل** مُردے زیارت کرنے والوں کی زیارت سے واقف ہوتے ہیں یا نہیں۔ **دوم** زندوں کے حالات کی انکو خبر ہی یا نہیں۔ **سوم** مُردے زندوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں۔ اور جو ان کے حق میں کہا جاتا ہی اس سے خبردار ہوتے ہیں یا نہیں۔ **چہارم** مرنیکے بعد ارواح کہاں رہتی ہیں۔ **پنجم** مُردے ایکدوسرے کو دیکھتے اور ملاقات کرتے ہیں یا نہیں۔ **ششم** شہیدوں سے قبر میں سوال ہوتا ہی یا نہیں۔ **ہفتم** بچوں سے قبر میں فرشتے سوال کرتے ہیں یا نہیں +

زیادہ تعریف فضول ہی۔ خود مضامین رسالہ اپنی آپ تعریف ہیں۔ اور حضرت مصنف صاحب رح کا نام ہی ہزار تعریفوں کی ایک تعریف ہی۔ ضروری حاشیہ بھی دیا گیا ہی جس سے حدیث کا پتہ راوی کا حال اور زمانہ قرب و اتصال حضرت سرور کائنات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم ہوتا ہی +

خط اور چھپائی اسی رسالے (حقیقت روح انسانی) کی سی ہوگی۔ ہم نے اس رسالے کو بڑی سعی سے بہم پہنچا کر محض بغرض فائدہ عام اپنے مطبع میں طبع کرایا ہی قیمت بلا محصولڈاک ۱۰ مقرر کی گئی ہی ہماری رائے میں اس رسالے کا ہر مسلمان دیندار کے پاس ہونا ضروری ہی۔ شایقین درخواستیں راقم کے نام ارسال فرماویں +

المشتہر
منیجر انڈین آرمی پریس لودیانہ

اعلان

کتاب ہذا کی حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی ہی کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں یا امید نفع نقصان نہ اٹھائیں۔ جسقدر نسخے مطلوب ہوں بارسال قیمت ۵ر پانچ آنہ او محصول ڈاک۔ راقم سی طلب فرمائیں +

المشتہر
منیجر انڈین آرمی پریس
لودیانہ